436

تعمیرِ انسانیت

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مجلسِ نشریاتِ اسلام

۱۔کے ۳۔ناظم آباد ۱

کراچی ۱۸

Marfat.com

Marfat.com

سلسلۂ مطبوعات
۲۶

تعمیرِ انسانیت

پبلک جلسوں کی دس اہم تقریریں

از

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

ناشر فضل ربی ندوی، مجلسِ نشریاتِ اسلام ۱/کے-۳-ناظم آباد مینشن نزد برف خانہ، ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

Marfat.com

جملہ حقوق طباعت و اشاعت پاکستان میں
بحق فضل ربی ندوی
محفوظ ہیں

نام کتاب	————	تعمیر انسانیت
مصنف	————	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
کتابت	————	انوار ہاشمی
طباعت	————	تنویر پریس
تعداد صفحات	————	۱۶۰
تعداد اشاعت	————	ایک ہزار
قیمت	————	-/۱۲

ناشر
فضل ربی ندوی
مجلس نشریات اسلام ۱/کے-۳۰- ناظم آباد مینشن
ناظم آباد نمبر ۱ کراچی نمبر ۱۸

Marfat.com

فہرست عناوین

پیش لفظ ________ ۹

خرابی کی جڑ یہ ہے کہ برائی اور پاپ کی خواہش پیدا ہو گئی ہے

تاریخ کا مطالعہ ۱۵

جب تک سوسائٹی میں برائی کا رجحان اور بگاڑ کی صلاحیت نہ ہو کوئی اسکو بگاڑ نہیں سکتا ۱۵

خود غرض انسان ۱۶

اصلاح اور سدھار کی مختلف تجاویز اور تجربے ۱۷

دل کی تبدیلی کے بغیر زندگی تبدیل نہیں ہو سکتی ۱۹

پیغمبر انسانیت کا مزاج بدلتے ہیں ۲۰

ایثار کے دو واقعے ۲۲

انسانیت کا درخت اندر سے سرسبز ہوگا ۲۳

انسانیت کے صحیح نمائندے ۲۴

پیغمبروں کی زندگی ۲۵

خواہشات کی تسکین سکون کا راستہ نہیں ۲۶

اللہ کے پیغمبر خواہشات میں اعتدال پیدا کرتے ہیں اور صحیح ذہنیت اور صلاحیت عطا کرتے ہیں ۲۸

ہمارا پیغام اور ہماری صدا ۲۹

آج دنیا پر خود غرضی اور بد اخلاقی کا مانسون چھایا ہوا ہے اسے چادروں سے روکا نہیں جا سکتا

انوکھا جلسہ ۳۳

آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے ۳۴

اصل مجرم کون ہے؟ ۳۵

پیغمبروں کے سوچنے کا طریقہ ۳۵

خود غرضی اور بد اخلاقی کا مانسون ۳۶

اس کا علاج ۳۶

موجودہ حالات قدرتی اور ہماری ذہنیت و تربیت کا نتیجہ ہیں ۳۷
جنگوں کا ذمہ دار کون ہے ۳۹
اندر کا لاوا باہر کو پھونک رہا ہے ۴۰
نشہ بندی کی کوشش میں امریکہ کی ناکامی ۴۱
ملک کے لئے سب سے بڑا خطرہ ۴۲
یورپ اور ہندوستان کا فرق ۴۳
اخلاق کی دو قسمیں ۴۴
پیغمبروں کے پیدا کئے ہوئے اخلاق ۴۴
سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری ۴۵
ہماری دعوت ۴۶
مسلمانوں کی غلطی ۴۷
ایک کشتی کے سوار ۴۸

انسان خود پرست بھی ہے خود فراموش بھی

انسان اور جانور کا فرق ۵۳
انسان کے لئے سب سے محبوب اپنی ذات ہے ۵۳
ایک ذہنی طاعون ۵۴
اس زمانہ کی خود فراموشی ۵۵
لاحاصل کوشش ۵۶
سکے کی انسان پر حکومت ۵۷
ذرائع مقاصد بن گئے ۵۷
ننے کی ریس ۵۹
سکے کے اخلاق ۵۹
تاجر اور خریدار ۶۰
دولت کا ضرورت سے زائد احترام ۶۱
مقامِ انسانیت ۶۱
انسان کا اصل دشمن ۶۲
آنکھوں کی ہوس ۶۲
مذہب کو کسی سفارش کی ضرورت نہیں ۶۳
آزادی کی حفاظت ۶۴
یورپ زندگی سے مایوس ہے ۶۴
مسلمانوں کا فرضِ منصبی ۶۴
ہر چیز اپنے مقام سے ہٹی ہوئی ہے ۶۵

Marfat.com

دنیا کی موجودہ کشمکش یہ نہیں کہ بُرائی دور ہو بلکہ یہ ہے کہ برائی ہماری نگرانی اور انتظام میں ہو

ہمت شکن تجربے ۶۹
سب ٹھیک ہو رہا ہے، لیکن میرے اہتمام سے ہونا چاہیئے ۶۹
یورپ اور ایشیا میں آج یہی جذبہ کام کر رہا ہے ۷۰
پیغمبروں کا مطالبۂ زندگی کا نقشہ غلط ہے ۷۱
قوموں کو رشوت دی جا رہی ہے ۷۲
منھ زور اور بے لگام گھوڑوں کی ریس ۷۳
حکومت اور عہدے کا کون اہل ہے ۷۳
حبّ جاہ طلب سیاسی ۷۴
انسانی ضروریات کی فہرست بہت طویل نہیں ۷۴
خراب اجزا اور اکائیوں سے اچھا مجموعہ تیار نہیں ہو سکتا ۷۵
حقیقت ظاہر ہو کر رہتی ہے ۷۶
خدا کی بستی دوکان نہیں ہے ۷۶
ہمارا پیغام ۷۷

اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہیں، ان کی باہر تلاش ہے

ایک کہانی ۸۱
انسان کی سہولت پسندی ۸۱
حقیقتوں سے کشتی نہیں لڑی جا سکتی ۸۲
انسان دنیا کا ٹرسٹی ہے ۸۳
انسانیت کا مسئلہ پرانی تہذیبوں سے حل نہیں ہو سکتا ۸۴
تہذیبیں انسانیت کا لباس ہیں انسانیت لباس تبدیل کرتی رہتی ہے ۸۴
مذہب روح دیتا ہے کلچر ایک ڈھانچہ ۸۵
رسم الخط ضمیر و اخلاق ۸۵
پیغمبر وسائل نہیں پیدا کرتے مقاصد عطا کرتے ہیں ۸۶
انسانیت کو غمخوار انسانوں کی ضرورت ہے ۸۶
ہم نے دل کا راستہ کھول دیا ۸۷
نظام تعلیم کا نقص ۸۸
ذہنیت کی تبدیلی کی ضرورت ۸۸
کوئی زبان غیر نہیں ۹۰
خدا پرستی کی تحریک کی ضرورت ۹۱
علم و اخلاق کے تعاون کی ضرورت ۹۱
مادہ پرستی اور روحانیت ۹۲

Marfat.com

زندگی میں فرد کی اہمیت

ہمارے اصلاحی کاموں کا ایک بڑا خلا ۹۳
اجتماعیت کا رجحان ۹۵
مجرمانہ غفلت ۹۶
ہماری غفلت کا خمیازہ ۹۷
ہر اصلاحی کام کی بنیاد ۹۸
اصل خطرہ ۹۹
پیغمبروں کا کارنامہ ۹۹
پیغمبروں کا طریقۂ کار ۱۰۰
تاریخ کا تجربہ ۱۰۰
ہماری جدوجہد کا محرک ۱۰۱

ایک مُقدّس وقف اور اس کا متولّی

رواجی جلسے ۱۰۵
ان جلسوں کی بے اثری ۱۰۶
مذہب غلط زندگی کا حریف ہے ۱۰۶
سب سے مقدم سوال ۱۰۷
انسان خدا کا نائب اور خلیفہ ہے ۱۰۷
دنیا کے انتظام کے لئے انسان ہی موزوں ہے ۱۰۸
کامیاب قائم مقام ۱۰۹
اخلاق خداوندی کا مظاہرہ ۱۰۹
دو متضاد تصور ۱۱۰
انسان کا جماداتی تصوّر ۱۱۱
معاشی مسئلہ یا لطف و تفریح ۱۱۱
دل کی سچی پیاس ۱۱۲
کسی کو انسانیت کا درد نہیں ۱۱۳
خود کرنے کا کام ۱۱۴

موجودہ تہذیب کی ناکامی

ذرائع و مقاصد کا عدم توازن ۱۱۵
ذرائع کی آسانی اور فراوانی ۱۱۷
مقاصد اور نیک خواہشات کا فقدان ۱۱۹
ذرائع اور آسانیاں نیک خواہشات کی خانہ پری نہیں کرسکتیں ۱۲۰
ذرائع سے پہلے ان سے کام لینے والے چاہئیں ۱۲۰
پیغمبروں نے انسان تیار کئے ۱۲۱
یورپ کی بے بسی مقاصد سے محرومی ۱۲۳
وسائل باعثِ ہلاکت کیوں؟ ۱۲۳

Marfat.com

تہذیب جدید کی ناکامی	۱۲۴	ایشیا کا فرض	۱۲۶
مذہب کے کرنے کا کام	۱۲۵	وقت کا سب سے اہم کام	۱۲۵
ذرائع کی کثرت نے ملکوں کو غلام بنایا	۱۲۵		

ملک کی حقیقی آزادی

آزادی کے آگے	۱۳۲	کردار کی ضرورت	۱۳۶
قلب کی روشنی	۱۳۳	اخلاقی زوال	۱۳۷
شاہ کلید	۱۳۴	انسانیت	۱۳۸
سیرت سازی اور اخلاقی اصلاح کے بغیر کوئی منصوبہ کامیاب نہیں	۱۳۵		

نفس پرستی یا خدا پرستی

صاف اور کھری باتیں	۱۴۳	خدا پرستی پیدا کرنے کیلئے تین بنیادی چیزیں	۱۵۱
نفس پرستی یا خدا پرستی	۱۴۳	بے نفسی اور خدا پرستی کی عجیب مثال	۱۵۲
نفس پرستی خدا پرستی سے برسرپیکار رہی ہے	۱۴۴	حیرت انگیز انقلاب	۱۵۵
نفس پرستی مستقل ایک مذہب ہے	۱۴۵	خدا پرست سوسائٹی	۱۵۶
نفس پرست من کا راجہ ہوتا ہے	۱۴۶	خدا پرستی کے علمبردار نفس پرستی کے شکار	۱۵۷
نفس پرستی کی زندگی مصیبتوں کی جڑ ہے	۱۴۷	دنیا کی سب سے بڑی مصیبت نفس پرستی ہے	۱۵۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نفس پرستی کے دھارے کو موڑا	۱۴۹	ہماری دعوت	۱۵۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نہ صرف ہندوستان بلکہ اس موجودہ دور اور عالمِ انسانی کی ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ اغراض و تعصبات، قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہو کر عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے اور جن کو نظر انداز کر کے ہمارا یہ پورا تمدن اور پوری انسانی سوسائٹی اس وقت سخت خطرہ سے دوچار اور موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار ہے۔

یہ حقیقتیں اپنے اپنے زمانہ میں پیغمبروں نے بیان کی تھیں اور ان کے لئے سخت جد و جہد کی تھی، یہ حقیقتیں اب بھی زندہ ہیں، لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خود غرضیوں نے گرد و غبار کا ایسا طوفان کھڑا کر دیا ہے کہ یہ روشن حقیقتیں ان کی اوٹ میں اوجھل ہو گئی ہیں، لیکن انسانی ضمیر ابھی مردہ اور انسانی ذہن ابھی مفلوج و معطل نہیں ہوا ہے، اگر پوری بے غرضی، پورے یقین اور پورے خلوص کے ساتھ ان حقیقتوں کو عام فہم زبان اور دل نشین انداز میں بیان کیا جائے تو یہ انسانی ضمیر اور ذہن اپنا کام کرنے لگتا ہے اور بڑی گرمجوشی سے ان حقیقتوں کا استقبال کرتا ہے اور بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تقریروں میں اس کے دل کی ترجمانی اور اسکے درد کا مداوا ہے۔

۱۹۵۴ء ۱۹۵۵ء میں لکھنؤ کی "جماعت دعوت و اصلاح" کا معمول تھا کہ وہ ملک کا دورہ کرتی تھی اور مختلف شہروں میں ایسے جلسے منعقد کرتی تھی جن میں مختلف مذاہب و خیالات

Marfat.com

کے لوگ اور ہندو مسلم، عیسائی بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے، جماعت کے مقررین ان جلسوں میں ان حقائق کو عام فہم زبان اور روزمرہ کے واقعات اور مثالوں سے ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتے تھے اور یہ بتاتے تھے کہ ہمارے تمدن اور زندگی میں بنیادی خرابیاں اور کمزوریاں کیا ہیں اور ہم سے زندگی کے مسائل و مشکلات پر غور کرنے اور پھر ان کو حل کرنے کی کوشش میں کیا چوک اور غلطی ہو رہی ہے۔ موجودہ مادی تہذیب میں کیا سقم اور خامی ہے جو وہ نئی نئی الجھنیں پیدا کر رہی ہے اور وسائل اور ذرائع کی فراوانی کے باوجود انسانیت کو حقیقی سکون بخشنے، دنیا میں امن قائم کرنے، اور صحیح مقاصد کے لئے جد و جہد کرنے سے بالکل قاصر ہے، زندگی کا صحیح نقطۂ نظر اور انسان کا حقیقی مقام کیا ہے، اس سلسلہ میں خدا کے پیغمبر ہماری کیا رہنمائی کرتے ہیں، اور زندگی کا کون سا نیا نقطۂ نظر، نیا جذبہ اور نئی قوتِ عمل عطا کرتے ہیں؟!

تجربے سے معلوم ہوا کہ یہ وقت کی اہم ترین ضرورت تھی، یہ جلسے ہم سب کی توقع اور اندازے سے بہت بڑھ کر کامیاب ہوئے، ان میں ہزاروں مہذب اور تعلیم یافتہ شہریوں کا مجمع ہوا، جس نے اتنے سکون و اطمینان اور رغبت اور دلچسپی سے تقریریں سنیں جس پر سیاسی کارکنوں کو بھی حیرت ہوئی، پھر معزز سامعین نے اپنے تاثرات کا اظہار اس انداز میں کیا جس سے عمل اور دعوت کا ایک نیا میدان سامنے آگیا اور معلوم ہوا کہ ہمارے ملک میں صداقتوں اور حقیقتوں کے سمجھنے کی کتنی استعداد اور صلاحیت موجود ہے اور خود غرض قومی و سیاسی تحریکوں نے عام آدمیوں کو کتنا مایوس کر دیا ہے، نیز یہ کہ اندھی اور بے ضمیر مادیت کے خلاف کتنا جذبہ اور کیسا اضطراب پایا جاتا ہے، یہ اس ملک اور اس دور کے لئے ایک فالِ نیک ہے اور امید کی ایک بہت بڑی شعاع!

Marfat.com

اس سلسلہ کی پانچ تقریروں کا مجموعہ (جو ۱۹۵۴ء میں ہوئی تھیں) "پیامِ انسانیت"[1] کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت دوسری پانچ تقریروں کا مجموعہ "مقامِ انسانیت"[2] کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے، اس میں ایک تقریر "نفس پرستی اور خدا پرستی" ۱۹۵۴ء کی ہے، باقی چار تقریریں ۱۹۵۵ء کی ہیں۔

امید ہے کہ یہ تقریریں بھی ذوق و دلچسپی اور توجہ و سنجیدگی سے پڑھی جائیں گی، اور جن احساسات کو ان میں ابھارا اور جن حقائق کو ان میں آشکارا کیا گیا ہے، وہ بے نتیجہ اور بے اثر نہیں رہیں گے۔

ابوالحسن علی ندوی

۱، ۲ ان دونوں مجموعوں کو تعمیرِ انسانیت کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

خرابی کی جڑ یہ ہے کہ بُرائی اور پاپ کی خواہش پیدا ہو گئی ہے

۹ر جنوری ۱۹۵۴ء کو گنگا پرشاد میموریل ہال
لکھنؤ میں ایک مخلوط اجتماع میں جس میں شہر
کے سربرآوردہ حضرات اور غیر مسلم تعلیم یافتہ
اصحاب کی خاصی تعداد شریک تھی یہ تقریر
کی گئی۔

Marfat.com

تاریخ کا مطالعہ

دوستو اور بھائیو! آپ میں اکثر لوگوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہوگا، انسان آج نئے نہیں ہیں، وہ ہزاروں برس سے آباد ہیں، ان کی سیکڑوں برس کی تاریخ محفوظ ہے' اس تاریخ کی سطح پانی کی سطح کی طرح برابر نہیں اس میں سخت نشیب و فراز ہے' اس میں آدمی کہیں اونچا نظر آتا ہے' کہیں نیچا، کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان کی تاریخ نہیں' خونخواروں اور درندوں کی تاریخ ہے' سب کی تاریخ ہے مگر انسان کی تاریخ نہیں، اس کے مطالعہ سے انسانوں کا سر جھک جاتا ہے کہ ہم میں ایسے افراد بھی گزرے ہیں، یہ فیصلہ تو آنے والی نسلیں کریں گی کہ ہم اور آپ کیسے آدمی تھے لیکن یہ اندازہ ہم کر سکتے ہیں کہ انسانوں کا پچھلا ریکارڈ کیسا ہے۔ اس میں بعض ایسے دور نظر آتے ہیں کہ اگر بس چلے تو تاریخ سے ہم ان اوراق کو نکال دیں، ایسا ریکارڈ ہے کہ ہم بچوں کے ہاتھوں میں دینے کو تیار نہیں، مجھے اس کی کہانی سنانی نہیں لیکن مجھے ایک حقیقت کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ تاریخ میں جو ایسے ناگوار دور گزرے ہیں اس میں خرابی کی جڑ کیا ہے۔

جبتک سوسائٹی میں برائی کا رجحان اور بگاڑ کی صلاحیت نہ ہو کوئی اسکو بگاڑ نہیں سکتا

حضرات! عام طور پر لوگ کسی خاص طبقہ یا چند افراد اور بعض اوقات تنہا کسی فرد کو پوری سوسائٹی کی خرابی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان خراب عناصر نے یا اس بگڑے ہوئے فرد نے پوری زندگی کو غلط رُخ پر ڈال دیا تھا، لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں، میں تاریخ کے مطالعہ کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ ایک مچھلی تالاب کو گندہ کر سکتی ہے لیکن ایک فرد سوسائٹی کو بگاڑ نہیں سکتا، واقعہ یہ ہے کہ اچھی سوسائٹی میں بُرے آدمی کا گزر نہیں ہو سکتا، وہ گھٹ گھٹ کر مر جائے گا جس طرح مچھلی کو پانی

Marfat.com

سے نکال دیا جاتا ہے تو وہ گھٹ کر مر جاتی ہے، اسی طرح جو سوسائٹی برائی کی ہمت افزائی نہیں کرتی، وہ اسے خوش آمدید (WELCOME) کرنے کے لئے تیار نہیں، اس میں برائی تڑپنے لگے گی، اس کا دم گھٹنے لگے گا اور وہ دم توڑ دے گی۔

ہر زمانے میں اچھے برُے انسان ہوئے ہیں لیکن سب برائیوں کا ان کو ذمہ دار ٹھہرانا اور تمام برائیوں کو ان کے سر تھوپ دینا ٹھیک نہیں، اگر کچھ برے لوگ حاوی ہو گئے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ پوری زندگی کا ہینڈل ان کے ہاتھ میں تھا، وہ جس طرف چاہتے تھے زندگی کو موڑ دیتے تھے، بلکہ بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں سوسائٹی میں خود خرابی آگئی تھی، اس زمانہ کا ضمیر (CONSCIENCE) گندہ ہو گیا تھا، اس کے اندر اندھیر ظلم اور خواہشات کو پورا کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی تھی، وہ خود غرض اور نفس پرست بن گیا تھا جس دل کو گھن لگ جائے، جو من پاپی ہو جائے، آپ اسے جرائم سے کسی طرح روک نہیں سکتے، آپ اس کو بیڑیوں میں جکڑ کر بھی رکھیں گے تب بھی ان چیزوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتے

خود غرض انسان

ہر زمانہ میں کچھ ایسے افراد رہے ہیں، جن کا عقیدہ تھا کہ بس ہم اور ہمارے اہل وعیال انسان ہیں، اور باقی سب ہمارے خادم ہیں، کچھ ایسے انسان بھی ہیں، جو کروڑوں انسانوں کو بستا دیکھتے ہیں، لیکن وہ خود اپنے ہی محدود حلقہ کو انسان سمجھتے ہیں، یہ لوگ بس یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں بس انھیں کے کنبہ کے دس گیارہ یا بیس پچیس انسان بستے ہیں، ایسے انسان ہمیشہ رہے ہیں جو اپنے مسائل اور متعلقین کو دیکھنے کے لئے خوردبین رکھتے ہیں اور دوسروں کو دیکھنے کے لئے ان کی آنکھیں بھی بند ہوتی ہیں، بعض لوگ دو عینکیں رکھتے ہیں، ایک سے اپنے کو دیکھتے ہیں،

Marfat.com

دوسری سے تمام دنیا کو دیکھتے ہیں انھیں نظر بھی نہیں آتا کہ انسان کہاں ہیں، میرا اندازہ ہے کہ ان کے پاس وہ عینک ہے کہ اس کے ذریعہ ان کو اپنے بچے آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں، ان کو اپنی رائی پربت اور دوسروں کا پہاڑ ذرہ نظر آتا ہے

اصلاح اور سدھار کی مختلف تجاویز اور تجربے

دنیا کے مختلف انسانوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق زندگی کے سدھار کے طریقے سوچے اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

کسی نے کہا کہ ساری خرابی کی جڑ یہ ہے کہ انسان کو پیٹ بھر کھانے کو نہیں ملتا، یہی زندگی کا سب سے بڑا روگ ہے، انھوں نے اسی مسئلہ کو اپنا مشن بنا لیا، اس کے نتیجے میں پاپ اور بڑھا، پہلے لوگ کمزور تھے، پاپ بھی اسی لحاظ سے کمزور تھا، انھوں نے جب خون کے انجکشن دیئے اور قوت حیات (VITALITY) بڑھائی تو ان کے پاپ بھی طاقتور ہو گئے، دل بدلا نہیں، ضمیر بدلا نہیں، ذہن بدلا نہیں، طاقت بڑھ گئی، بے فکری پیدا ہو گئی، فرق اتنا ہوا کہ پہلے پھٹے کپڑوں میں پاپ ہوتے تھے، اب زرق برق لباسوں میں پاپ ہونے لگے، پہلے بے زور اور بے ہنر ہاتھوں سے گناہ ہوتے تھے، اب طاقتور اور ہنرمند ہاتھوں سے وہی سب گناہ ہونے لگے۔

کسی نے کہا تعلیم کا انتظام کیا جائے، جہالت، ناخواندگی ہی فساد کی جڑ ہے اور تمام خرابیوں کی اصل وجہ ہے، علم بڑھا، لوگوں نے معلومات حاصل کئے اور نئی نئی زبانیں سیکھیں لیکن جن کا ضمیر فاسد اور ذہن ٹیڑھا تھا اور دل کے اندر پاپ بسا ہوا تھا، انھوں نے علم کو فساد اور تخریب کا ذریعہ بنا لیا، کھلی بات ہے کہ اگر چور کو لوہار ہی کا فن آجائے تو وہ تجوری توڑنا سیکھے گا اب۔ اگر کسی میں خدا کا خوف اور انسانی ہمدردی کا رجحان نہیں ہے اور ظلم و ستم اسکے خمیر میں پڑا ہوا ہے تو

Marfat.com

علم اس کے ہاتھ میں ظلم اور فتنہ وفساد کا آلہ دبے گا اور اس کو گناہ اور چوری کے نئے نئے ڈھنگ سکھائے گا۔

بعض لوگوں نے تنظیم کو اصلاح کا ذریعہ سمجھا اور اپنی ساری قوتیں لوگوں کی تنظیم پر صرف کیں نتیجہ یہ ہوا کہ بگڑے ہوئے افراد کا ایک بگڑا ہوا مجموعہ تیار ہو گیا، جو کام اب تک غیر منظم طریقہ پر ہوتے تھے، اب منظم طریقہ پر ہونے لگے، اب سازش اور تنظیم کے ساتھ منظم چوریاں ہونے لگیں، لوگوں نے اخلاقی تربیت دل اور ضمیر کی اصلاح کی طرف تو توجہ کی نہیں، جیسے برے بھلے لوگ تھے، ان کو منظم کرنے ہی کو کام سمجھا، نتیجہ یہ ہوا کہ بداخلاقی کو طاقت حاصل ہو گئی، میں تو کہوں گا کہ ڈاکوؤں اور چوروں اور بداخلاقوں کی تنظیم نہ ہوتی تو اچھا تھا۔

کسی نے کہا کہ زبانوں کا اختلاف اور کثرت فتنہ وفساد کی جڑ ہے، زبان ایک اور مشترک ہونی چاہیئے، اس ملک کی ترقی، قوم کی خوشحالی اور انسانیت کی خدمت ہے، لیکن اگر لوگ نہ بدلیں، خیالات نہ بدلیں، دلوں کی خواہشات اور اندر کے رجحانات نہ بدلیں تو زبان کے بدل جانے یا بولی کے ایک ہو جانے سے کیا خاص فائدہ ہوگا، فرض کیجیے کہ اگر ساری دنیا کے چور اور جرائم پیشہ ایک بولی بولنے لگیں اور ایک ہی زبان اختیار کرلیں تو اس سے دنیا کو کیا فائدہ ہوگا اور اس سے چوری اور جرائم کا کیا سدِّباب ہوگا، میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سے بجائے اس کے کہ چوری اور جرائم کم ہوں، زیادہ ہونگے اور مجرم کی شناخت میں اور دقت ہوگی

کسی نے کہا کہ وقت کا سب سے بڑا کام اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ کلچر ایک ہو جائے مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ یہاں تہذیبیں نہیں ٹکراتیں، ہوس ٹکراتی ہے "ہم چو ما دیگرے نیست" کا مہلک جذبہ ٹکراتا ہے، ہمارے بہت سے رہنما بے سوچے سمجھے کہنے لگے ہیں کہ اگر تمام دنیا کا کلچر ایک ہو جائے تو انسانیت کی ناؤ پار لگ جائے گی، اگر پورے ملک کا کلچر ایک ہو جائے تو اس ملک کے رہنے والے

Marfat.com

شیر و شکر ہو جائیں گے، لیکن دوستو! کلچر کا ایک ہونا مفید نہیں، دل کا ایک ہونا مفید ہے، کہنے والے نے غلط نہیں کہا کہ :۔

یک دلی از یک زبانی بہتر است

اگر لوگ ایک دل نہ ہوئے تو ایک زبان یا ایک تہذیب ہونے سے کچھ فائدہ نہیں، جو لوگ پہلے سے ایک زبان ہیں اور جن کی تہذیب اور کلچر مشترک ہے، انھیں میں کونسی محبت اور اتحاد ہے کیا وہ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے، کیا وہ ایک دوسرے کو دھوکا نہیں دیتے، کیا ان میں سے ایک دوسرے سے عاجز اور پریشان نہیں ہیں، کیا ایک کلچر، ایک زبان اور ایک تہذیب کے لوگ آپس میں نہیں لڑتے۔

بعضوں نے کہا کہ لباس ایک ہو، لیکن جب کسی زبردست کو گریبان پکڑنے کی عادت پڑ جائے اور جیب کترنے کی لت لگ جائے تو کیا وہ لباس کا احترام کرے گا، کیا وہ محض اس وجہ سے اپنے ارادے سے باز رہے گا کہ اسی کا جیسا لباس دوسرے کے جسم پر ہے، انسانیت کا احترام دل میں نہ ہو تو لباس کا احترام کیسے پیدا ہوگا، لباس کی قدر و قیمت تو انسان کی وجہ سے ہے۔

دل کی تبدیلی کے بغیر زندگی تبدیل نہیں ہو سکتی

دوستو! انسانیت کے مسائل اور مشکلات کا حل نہ لباس کی یکسانی ہے، نہ زبان اور تہذیب کا اشتراک، نہ ملک و وطن کی وحدت، نہ علم و دولت، نہ تہذیب و تنظیم، نہ وسائل و ذرائع کی کثرت، ان سب میں کوئی ایک بھی ایسی طاقت نہیں جو دنیا کو بدل دے، جب تک دل کی دنیا نہیں بدلتی، باہر کی دنیا نہیں بدل سکتی، پوری دنیا کی باگ ڈور دل کے ہاتھ ہے، زندگی کا سارا بگاڑ دل کے بگاڑ سے شروع ہوا ہے، لوگ کہتے ہیں مچھلی سر کی طرف سے سڑنا شروع ہوتی ہے، میں کہتا ہوں انسان دل کی طرف سے سڑتا ہے، یہاں سے بگاڑ شروع ہوتا ہے اور ساری زندگی میں پھیل جاتا ہے۔

پیغمبر انسانیت کا مزاج بدلتے ہیں

پیغمبر یہیں سے اپنا کام شروع کرتے ہیں، وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ سب دل کا قصور ہے انسان کا دل بگڑ گیا ہے اس کے اندر چوری، ظلم، دغا بازی کا جذبہ اور ہوس پیدا ہوگئی ہے اس کے اندر خواہش کا عفریت ہے جو ہر وقت اس کو نچا رہا ہے، اور وہ بچے کی طرح اس کے اشارے پر حرکت کر رہا ہے پیغمبر کہتے ہیں کہ ساری خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ انسان پاپی ہوگیا ہے، اس کے اندر برائی کا جذبہ اور اس کا زبردست میلان پیدا ہوگیا ہے، اس لئے سب سے ضروری اور مقدم کام یہ ہے کہ اس کے دل کی اصلاح کی جائے اور اس کے من کو مانجھا جائے۔

وہ لوگوں کو فاقہ کرتے دیکھتے ہیں، اس منظر سے ان کا دل جس قدر دکھتا ہے، دنیا میں کسی کا نہیں دکھتا، ان کو کھانا پینا دشوار ہوجاتا ہے، مگر وہ حقیقت پسند ہوتے ہیں، وہ یہ نہیں کرتے کہ اسی کو مسئلہ بنا کر اس کے پیچھے پڑ جائیں، اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خرابی کا نتیجہ ہے، خرابی کی جڑ نہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر لوگوں کے پیٹ بھرنے کا سامان کر دیا جائے اور زائد غلّہ لے کر بھوکوں کو دیدیا جائے تو یہ ایک وقتی اور سطحی انتظام ہوگا۔ وہ ایسی فضا اور ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ لوگوں سے دوسروں کی بھوک دیکھی نہ جاسکے اور خود اپنے گھر سے غلّہ لاکر لوگوں کے پاس ڈال جائیں۔

اس کے برخلاف لوگ ایسے حالات پیدا کرتے جاتے ہیں کہ غلّہ کھسکتا اور ایک جگہ جمع ہوتا چلا جائے، یاد رکھئے کہ اگر ذہنیت میں تبدیلی نہیں ہوئی اور غلّہ کی تقسیم یا رسد کا انتظام کر دیا گیا تو اس کے بعد بھی لوگوں کو ایسا فن معلوم ہے کہ دوسروں کی جھولی کے دانے ان کی جھولی میں آجائیں، اور دولت ہر طرف سے سمٹ کر ان کے قدموں سے لگ جائے، آپ نے شاید الف لیلہ کا قصّہ پڑھا ہو کہ سندباد جہازی اپنے ایک سفر میں ایک مقام پر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ جہاز

Marfat.com

کا کپتان بہت فکر مند اور غمگین ہے۔ سند باد نے سبب پوچھا تو جہاز کے ناخدا نے بتلایا کہ ہم غلطی سے ایک ایسے مقام پر آگئے ہیں، جہاں سے قریب مقناطیس کا ایک پہاڑ ہے، ابھی تھوڑی دیر میں ہمارا جہاز اس کے قریب پہنچ جائے گا، مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، جب وہ پہاڑ کشش کرے گا تو جہاز کی سب کیلیں اور تختوں کے قبضے نکل کر پہاڑ سے جا ملیں گے اور جہاز کا بند بند جدا ہو جائے گا، اس وقت ہمارا جہاز ڈوبنے سے نہ بچ سکے گا، چنانچہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا، مقناطیس نے لوہے کو کھینچنا شروع کیا اور جہاز میں جتنا بھی لوہے کا سامان تھا سب کھنچ کھنچ کر پہاڑ پر پہنچ گیا اور دیکھتے دیکھتے جہاز غرق ہو گیا، خوش قسمت سند باد ایک بہتے ہوئے تختے کے سہارے کسی جزیرے میں پہنچ گیا اور اس کی جان بچی۔

یہ قصہ غلط ہو یا صحیح اس سے مجھے کچھ سروکار نہیں، مگر مجھے آپ کو یہ سنانا تھا کہ ہماری سوسائٹی میں بھی مقناطیس صفت سرمایہ دار اور تاجر موجود ہیں، انھیں آپ بھی MAGNATE کہتے ہیں، وہ ایسی سازش کرتے ہیں کہ دولت سمٹ کر ان کے گھر میں آجاتی ہے، وہ ایسا معاشی جال پھیلاتے ہیں کہ لوگ چار و ناچار سب کچھ ان کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے وسائل، زندگی اور ضروریات ان کے سپرد کر کے پھر غربت اور فاقہ کشی کی زندگی گزارنے لگتے ہیں، پیغمبر قلب کی ماہیت بدل دیتے ہیں، وہ انسان کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرتے ہیں کہ وہ دوسرے انسان کی فاقہ کشی کو نہ دیکھ سکے، وہ اس کے اندر ایثار کی روح اور قربانی کا جذبہ اور سچی انسانی ہمدردی پیدا کرتے ہیں، اس کو دوسروں کی زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہے، وہ اپنی جان کھو کر دوسروں کی زندگی بچانا چاہتا ہے، وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر دوسروں کا پیٹ بھرنا چاہتا ہے، وہ خطروں میں اپنے کو ڈال کر دوسروں کو خطروں سے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔

ایثار کے دو واقعے

آپ میرے ان لفظوں پر تعجب نہ کریں، یہ سب تاریخ کے واقعات ہیں، ہماری آپ کی اسی دنیا میں ایسا ہو چکا ہے، تاریخ میں ایسے واقعات گزرے ہیں، جو ان فرضی قصوں اور افسانوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں، جو آج فلموں میں اور اسکرین پر دکھلائے جاتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں آمد کے کچھ عرصہ بعد کا واقعہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے ایک زخمی بھائی کی تلاش میں پانی لیکر نکلے کہ شاید پانی کی ضرورت ہو تو میں ان کی خدمت کروں، زخمیوں میں ان کو اپنے بھائی نظر آگئے، جو زخموں سے نڈھال اور پیاس سے بے قرار تھے، انھوں نے پیالہ بھر کر پیش کیا تو زخمی بھائی نے ایک دوسرے زخمی کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ، اگر یہ واقعہ یہیں ختم ہو جاتا تب بھی انسانیت کی بلندی کے لئے کافی تھا اور تاریخ کا ایک یادگار واقعہ ہوتا، لیکن یہ واقعہ یہیں ختم نہیں ہوتا، جب اس زخمی کے سامنے پیالہ پیش کیا گیا تو اس نے تیسرے زخمی کی طرف اشارہ کیا، اس طرح ہر زخمی اپنے پاس والے زخمی کی طرف اشارہ کرتا رہا، یہاں تک کہ پیالہ چکر کاٹ کر پہلے زخمی کی طرف پہنچا تو وہ دم توڑ چکا تھا، دوسرے کے پاس پہنچا تو وہ بھی رخصت ہو چکا تھا، اسی طرح سے یکے بعد دیگرے یہ سب زخمی دنیا سے چلے گئے لیکن تاریخ پر اپنا ایک نقش چھوڑ گئے، آج جب کہ بھائی بھائی کا پیٹ کاٹ رہا ہے، اور ایک انسان دوسرے انسان کے منھ سے روٹی کا ٹکڑا چھین رہا ہے، یہ واقعہ روشنی کا ایک مینار ہے۔

ایک دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مہمان آئے، آپ کے یہاں کچھ کھانے کو نہیں تھا، آپ نے فرمایا ان کو کون اپنے گھر لیجائیگا، ایک صحابی حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے اپنے کو پیش کیا اور مہمانوں کو لے گئے، گھر میں کھانا کم تھا، گھر میں یہ مشورہ ہوا کہ بچوں کو سلا دیا جائے گا اور کھانا مہمانوں

Marfat.com

کے سامنے رکھ کر چراغ بجھا دیا جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور ابو طلحہ بھوکے اٹھ گئے، مہمانوں کو اندھیرے میں پتہ چلنے نہیں پایا کہ ان کا میزبان کھانے میں شریک نہیں ہے اور وہ خالی ہاتھ منھ تک لیجاتے رہے ہیں۔

انسانیت کا درخت اندر سے سرسبز ہوگا

پس پیغمبر انسان کے اندر تبدیلی پیدا کرتے ہیں، وہ نظام بدلنے کی اتنی کوشش نہیں کرتے جتنا مزاج بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، نظام ہمیشہ مزاج کے تابع رہا ہے، اگر دل نہیں بدلتا، مزاج نہیں بدلتا تو کچھ نہیں بدلتا، لوگ کہتے ہیں کہ دنیا خراب ہے، زمانہ خراب ہے، میں کہتا ہوں یہ کچھ نہیں، بلکہ انسان خراب ہے، کیا زمین کی حالت میں فرق پڑ گیا، کیا ہوا کا اثر بدل گیا، کیا سورج نے گرمی اور روشنی دینی چھوڑ دی، کیا آسمان کی حالت تبدیل ہو گئی، کس کی فطرت (NATURE) میں فرق پڑا، زمین اسی طرح سونا اگل رہی ہے، اسکے سینہ سے اسی طرح اناج کا ذخیرہ ابل رہا ہے، پھلوں کے ڈھیر نکل رہے ہیں، لیکن تقسیم کرنے والے پاپی ہو گئے، یہ ظالم جب اپنی ضروریات کی فہرست بناتے ہیں تو اخبارات کے صفحات اس کے لئے تنگ اور دفتر کے دفتر ان کے لئے کم اور جب دوسروں کی ضروریات پر سوچتے ہیں تو ساری علم معاشیات (ECONOMICS) کی قابلیت کا کمال اس کے مختصر کرنے میں صرف کر دیتے ہیں، جب تک یہ رجحان نہیں بدلتا، انسانیت کراہتی رہے گی، پیغمبر دلوں میں انجکشن لگاتے ہیں، لوگ باہر کی ٹیپ ٹاپ کرتے ہیں اور اسی پر سارا زور صرف کرتے ہیں، پیغمبر اندر کے گھن کی فکر کرتے ہیں، آج ساری دنیا میں یہی ہو رہا ہے، انسانیت کا درخت اندر سے خشک ہوتا چلا جا رہا ہے، کیڑا اس کے گودے کو کھائے چلا جا رہا ہے لیکن زمانہ کے بقراط اوپر سے پانی چھڑک رہے ہیں، درخت کے اندر کی سرسبزی اور اس کے نشو ونما کی جو قوت تھی،

وہ ختم ہو چکی ہے لیکن ٹہنیوں کو سرسبز کرنے کو ہوائیں (GASES) پہنچائی جا رہی ہیں، پانی چھڑکا جا رہا ہے کہ خشک پتے ہرے ہوں، پیغمبروں نے انسان کو انسان بنانے کی کوشش کی، انھوں نے اسے ایمانی انجکشن دیا اور کہا کہ اے بھولے ہوئے انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان اور سوتے جاگتے، چلتے پھرتے اسے نگراں مان "لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" نہ اس پر اونگھ کا غلبہ ہوتا ہے نہ اسے نیند آتی ہے۔

انسانیت کے صحیح نمائندے

بس جب تک انسان کے قلب و جگر سے محبت کا سرچشمہ نہ اُبلے، جب تک دل کے اندر ایثار کا جذبہ نہ پیدا ہو، انسانیت کی اصلاح ناممکن ہے، بس وہ ایسی انسانی تربیت کرتے ہیں کہ اس میں بھائی کے لئے ایثار اور تکلیف اٹھانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، وہ محض قانون سے انسان کا علاج نہیں کرتے بلکہ وہ انسان کے اندر حقیقی انسانیت، انسانیت کا جوہر پیدا کرتے ہیں، وہ ایسی قوم پیدا کرتے ہیں جو صحیح انسانیت کا مظاہرہ (DEMONSTRATION) کر کے یہ ثابت کر دیتی ہے کہ ہم معدہ، پیٹ اور سر کے غلام نہیں، وہ زبانِ حال سے اعلان کرتی ہے کہ وہ شکم پرست، شوق پرست، دولت پرست، بادشاہ پرست یا اہل و عیال پرست نہیں، جب تک ایسی قوم سامنے نہیں آتی، انسانیت کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

اگر کسی ملک میں ایسی قوم پیدا ہوتی ہے کہ سب کو نفع پہنچائے اور خود کو بھول جائے تو وہ انسانیت کو سدھار سکتی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے انسانیت کے خیر خواہ گزرے ہیں، لیکن کسی اسٹیج پر آپ یہ پائیں گے کہ انھوں نے بالآخر اپنا انتظام کر لیا، ایسے بے شمار قوم کے سیوک گزرے ہیں جنھوں نے قومی سدھار کا کام بڑی مشکلات میں شروع کیا، جیلیں کاٹیں لیکن بالآخر جیل سے نکل کر حکومت کی کرسیوں پر جا بیٹھے، ان کا یہ حق تھا انھیں مبارک ہو۔

Marfat.com

پیغمبروں کی زندگی

لیکن اللہ کے پیغمبر دنیا سے بے داغ چلے گئے، انھوں نے دنیا کے آرام کی خاطر اپنا عیش تج دیا، انھوں نے سو فی صدی دوسروں کے فائدے میں بے آرام زندگی گذاری اور ایک فی صدی بھی اپنا فائدہ نہیں اٹھایا، وہ اور ان کے صحابی اور ساتھی جہاں سے گزرے دنیا کو نہال کر دیا، دنیا آج تک ان کے لگائے ہوئے باغ کا پھل کھا رہی ہے جسے انھوں نے اپنے خون سے سینچا تھا، جو دوسروں کے گھر میں چراغاں کر گئے، لیکن ان کے گھر میں دنیا سے جاتے وقت اندھیرا تھا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی روشنی جھونپڑوں او شاہی محلوں میں یکساں جگمگائی، لیکن جاتے ہوئے ان کے گھر کا چراغ مانگے ہوئے تیل سے جل رہا تھا، حالانکہ مدینہ کے سیکڑوں گھروں میں انھیں کا جلایا ہوا چراغ جل رہا تھا، آپ فرماتے تھے "نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا صدقۃ" (ہم پیغمبر نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں، نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب غریبوں کا حق ہے) اس سے بڑھ کر آپ کا ارشاد تھا کہ جو کوئی مرگیا اور وہ کچھ ترکہ چھوڑ گیا، وہ اس کے ورثا کو مبارک ہو۔ ہم اس سے ایک پیسہ نہیں لیں گے، لیکن جو قرض چھوڑ کر گیا ہے تو وہ میرے ذمہ ہے، اسے میں ادا کروں گا۔ کیا دنیا کے کسی بادشاہ یا قائد نے یہ نمونہ چھوڑا ہے؟ آپ کی زندگی انسانیت کا شاہکار ہے، آپ دنیا کے سامنے ایسا نمونہ پیش کر گئے جس میں سوائے ایثار و محبت اور دوسروں کے غم میں گھلنے کے کہیں اپنا رتی برابر فائدہ نظر نہیں آتا، آپ عرب کے واحد بادشاہ تھے، دلوں پر ان کی بادشاہی تھی، لیکن دنیا سے دامن بچائے ہوئے بے منت چلے گئے، آپ ہی نہیں بلکہ جو جتنا آپ سے قریب تھا، اتنا ہی وہ خطرے سے قریب اور فائدہ سے دور تھا، اپنی گھر والیوں سے علی الاعلان کہہ دیا کہ اگر دنیا کی بہار اور عیش چاہتی ہو تو ہم تم کو کچھ دے دلا کر اچھی طرح سے تمھارے گھروں کو رخصت کر دیں گے، تم وہاں

Marfat.com

واپس جاؤ اور راحت وآرام کی زندگی گزارو، اور ہم سے فارغ خطی لے لو، ہمارے ساتھ رہنا ہے تو درد، دکھ، تنگی ترشی برداشت کرنا ہے۔ یہی اس گھر کا تحفہ ہے اور اسی پر اللہ کے ہاں سے انعام ملیگا۔

دوستو! ہم چاہتے ہیں کہ پھر یہی زندگی عام ہو، انسانیت کی بے لوث خدمت اور بے غرض محبت کا رواج ہو، پھر دوسروں کے نفع کے لئے اپنے نقصان کو ترجیح دی جائے، پھر ایسی قوم پیدا ہو جو خطرہ کے موقع پر پیش پیش اور نفع کے موقع پر دور دور نظر آئے۔

خواہشات کی تسکین سکون کا راستہ نہیں

آج دنیا کی ساری ریاستیں وحکومتیں اس محور پر گھوم رہی ہیں کہ قوموں اور طبقوں کو ہر طرح سے مطمئن کیا جائے اور خواہشات کی تسکین کی جائے لیکن دانایان فرنگ! یہ اصلاح وتسکین کا راستہ نہیں! یہاں ایک فرد کی خواہشات بھی پوری ہونا مشکل ہے، خواہشات کا یہ حال ہے کہ وہ لامتناہی ہیں، اور دنیا کا یہ حال ہے کہ وہ محدود اور مختصر اور کروروں انسانوں میں مشترک ہے، واقعات کی دنیا میں آکر دیکھئے تو اس دنیا میں درحقیقت ایک آدمی کی منھ مانگی خواہشات کو بھی پورا کرنے کی گنجائش نہیں، یہاں کسی بوالہوس کی ہوس پوری نہیں ہوسکتی، یہاں نفس کی تسکین کا خواہش مند پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

آج دنیا کے بڑے بڑے رہنما یہ کہہ رہے ہیں کہ انسانی خواہشات سب جائز اور فطری ہیں سب کو پورا ہونا چاہیئے اور اسی پر ساری دنیا میں عمل ہو رہا ہے۔

دوستو! یہی بنیادی غلطی ہے، خواہشات کی تسکین اور تکمیل سے انسانیت کی تشفی نہیں ہوسکتی،

Marfat.com

خواہشات کی تسکین سے خواہشات میں کمی، اور قلب میں سکون پیدا نہیں ہوگا، یہ تو سمندر کا پانی ہے، جس قدر اس سے پیاس بجھائیے گا، پیاس بھڑکے گی، آج ساری دنیا میں حکومتیں ادارے اور تہذیبیں اسی فلسفہ کے مطابق کام کر رہی ہیں کہ انسانوں کی صحیح و غلط خواہشات کی تسکین کا سامان کیا جائے، قومیں، طبقے، جمہور اور افراد جو کچھ مانگیں ان کو دیا جائے، اس سے سکون پیدا ہوگا، امن قائم ہوگا لیکن نتیجہ بالکل الٹا ہے، آج ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے، دل کی لگی کسی سے بجھتی نہیں، خواہشات کا ایک الاؤ جل رہا ہے، اور اس میں ہر قوم ایندھن ڈالتی چلی جا رہی ہے اور اس کو ہوا دے رہی ہے، آج اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے ہیں اور قوموں اور ملکوں کی طرف لپک رہے ہیں، آج "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" (اس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) کا منظر نظر آ رہا ہے، لوگ اس آگ کی شکایت کرتے ہیں، مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ آگ کس نے جلائی، یہ الاؤ کس نے روشن کیا، اس پر تیل کس نے چھڑکا، اس میں ایندھن کون ڈال رہا ہے، خواہشات کی تکمیل اور تسکین کے راستہ کا یہی انجام اور منزل ہے۔

لطیفہ یہ ہے کہ یہی لوگ جو قوم کی ہر خواہش اور ہر فرمائش کو پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے لئے تفریح و تسکین کا سامان بہم پہنچانا ضروری جانتے ہیں، اپنی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کرتے اس کی بہت سی غلط اور مضر خواہشات کی روک تھام کرتے ہیں، بچہ اگر آگ سے کھیلنا چاہے تو نہیں کھیلنے دیتے، لیکن وہ ان قوموں کی ہر خواہش اور فرمائش کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں جو وہ کریں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنی رعایا سے اپنی اولاد کی طرح ہمدردی نہیں، یہی لوگ جو قوموں پر حکومت کرتے ہیں، ان کو خوش رکھنے کے لئے اور ان کے افراد سے رائے حاصل کرنے کے لئے ہر غلط اور صحیح خواہش کی تکمیل ضروری سمجھتے ہیں، آج کسی ملک میں کوئی ایسی جماعت نہیں اور کسی شخص میں یہ اخلاقی جرأت نہیں کہ وہ تفریحات اور تعیشات پر تنقید کرے، لہو و لعب کے بڑھتے ہوئے ذوق، تماش بینی، موسیقی،

رقاصی اور مصوری کے حد سے بڑھے ہوئے شوق اور انہماک پر اعتراض کرے، آج کوئی ایسی حکومت نہیں جو ان چیزوں پر ضروری پابندیاں عائد کرے اور قوم اور اہل ملک کی ناراضگی مول لے۔

اللہ کے پیغمبر خواہشات میں اعتدال پیدا کرتے ہیں اور صحیح ذہنیت اور صلاحیت عطا کرتے ہیں

اللہ کے پیغمبروں کا راستہ اس سے بالکل مختلف ہے، انھوں نے جائز اور ناجائز خواہشات کی تکمیل اور تسکین کے بجائے خواہشات کو لگام دی، انھوں نے خواہشات کے رُخ کو موڑا اور صرف جائز خواہشات کو اس کا مستحق سمجھا کہ ان کی تکمیل کی جائے، انھوں نے زندہ اور بیدار ضمیر پیدا کیا، اس سے زندگی میں اعتدال اور دلوں میں سکون پیدا ہوا، تمھاری درس گاہوں، تمھاری تجربہ گاہوں .... (LABORATORIES) تمھاری سائنس نے دنیا کو بہت کچھ دیا، انھوں نے حیرت انگیز ایجادوں کو جنم دیا، لیکن انسانوں کو پاک ضمیر نہیں دیا، تمھارے ان اداروں نے انسان کے ہاتھ کھول دیئے، بچوں کو ہتھیار تو دیئے، لیکن ان کی تربیت نہیں کی، آج وہ نادان بچے شوخیاں کر رہے ہیں اور آزادانہ ان ہتھیاروں کا استعمال کر رہے ہیں، لیکن

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اللہ کے پیغمبروں نے خواہشات پر پہرے بٹھائے، خواہشات میں توازن اور اعتدال پیدا کیا نفسانی خواہشات کے بجائے اللہ کو راضی کرنے کی زبردست خواہش پیدا کی، انسانی ہمدردی اور غمگساری کا جذبہ پیدا کیا، انھوں نے چیزیں ایجاد کر کے نہیں دیں، مگر انھوں نے وہ ذہنیت پیدا کی جس سے خدا کی بنائی ہوئی اور انسان کی تیار کی ہوئی چیزوں کے استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا ہو، انھوں نے ضمیر بخشا، یقین بخشا، آج دنیا کے پاس سب کچھ ہے، یقین نہیں ہے، آج دنیا کے کارخانے سب کچھ پیدا کر سکتے ہیں، لیکن یقین پیغمبروں کے کارخانے سے ملتا ہے، آج دنیا خدا سے ڈرنے

Marfat.com

والوں سے خالی ہے، یقین سے خالی ہے، انسانیت کی بے لوث خدمت کون کرے، خدا کا خوف اور اس کی رضا کا یقین، اس کے کہنے کی بے لوث خدمت کا جذبہ دیتا ہے، انسانیت کے ایسے خادم ہر نعرہ سے دور، حکومت کے لالچ سے الگ، سیاسی چالوں اور سیاسی جوڑ توڑ سے بیزار، بے لوث خدمت کرتے ہیں، آج ایسے ہی خدمت گاروں کی ضرورت ہے، جن کے پاس کچھ نہ ہو، پھر بھی کچھ لینا نہ چاہیں، بلکہ دینا ہی چاہیں۔

ہمارا پیغام اور ہماری صدا

ہم لوگوں میں اس جذبہ کو پیدا کرنا چاہتے اور ان میں ان حقیقتوں کی پیاس پیدا کرنا چاہتے ہیں زندگی محض کھانے پینے کا نام نہیں، انسان کی زندگی محض مادی یا حیوانی زندگی کا نام نہیں، ہم ایک نیا ذوق لے کر آئے ہیں، آج کی مادی دنیا میں یہ بات نئی ہے، دراصل یہ بات نئی نہیں، دنیا کے سب پیغمبر جو ہر قوم میں آئے، یہی پیغام لائے اور سب سے زیادہ طاقت اور وضاحت کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری طور پر یہ بات کہی، یہ حقیقت چوراہوں پر کہنے کے لائق ہے، لوگ پیٹ کے گرد چکر لگا رہے ہیں، اصل زندگی دم توڑ رہی ہے، انسانیت کی پونجی لٹ رہی ہے، ہم ایک صدا لگانے آئے ہیں، حق کی صدا، دنیا اس صدا سے نامانوس ہے، مگر ہم دنیا سے مایوس نہیں، انسانوں کے پاس اب بھی ضمیر ہے، یہ ضمیر مردہ نہیں ہوا، اس پر گرد وغبار آگیا ہے، اگر وہ گرد وغبار جھاڑ دیا جائے اور اس کو آلودگی سے صاف کر دیا جائے تو اب بھی اس کی گنجائش ہے کہ وہ حق کو قبول کرے اور اس میں ایمانی شعور پیدا ہو۔

Marfat.com

Marfat.com

آج دُنیا پر خود غرضی اور بد اخلاقی کا مانسُون چھایا ہوا ہے
اُسے چادروں سے روکا نہیں جا سکتا

یہ تقریر ۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۵۴ء کو جون پور کے ٹاؤن ہال میں کی گئی، شہر کا تعلیم یافتہ اور چیدہ مجمع تھا، کثیر تعداد میں غیر مسلم اصحاب اور مختلف سیاسی جماعتوں اور انتظامی اداروں کے لوگ موجود تھے۔

Marfat.com

انوکھا جلسہ

دوستو اور بھائیو! زمانہ کی ایک ریت ہے، وہ ایک لکیر سی بن گئی ہے، اس سے ہٹ کر کوئی کچھ کرے یا کہے تو تعجب ہوتا ہے، ہم اس زمانہ کے رواج کے خلاف آپ کے شہر میں آئے اور عام دستور کے خلاف یہ جلسہ کر رہے ہیں، اس کا نہ کوئی صدر ہے، نہ کوئی تحریک، نہ کوئی تجویز، تعارفی تقریر بھی ہمارے دستور کے خلاف ہوئی، ہمارے عزیز دوست نے اپنی محبت سے ہمارے متعلق بہت کچھ کہا، ہمارے منھ پر ہماری تعریف کچھ کھلتی نہیں، یہ واقعہ ہے، ساتھ ہی ہمیں ان کی محبت کا اعتراف ہے، ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے، ہمارے ساتھ ہمارے ستر اسّی ساتھی اور ہیں، ہم نے کوئی کمال کی بات نہیں کی، خود ہمارے اس ملک میں اور اس کے باہر لوگوں نے تن من دھن سے انسانیت کی خدمت کی ہے، ہمیں انسانیت کے ان محسنوں کی خدمات کو دیکھ کر شرم آتی ہے، جنھوں نے بے نام و نشان رہ کر بغیر کسی انجمن اور کمیٹی کے انسانیت کی ٹھوس خدمت کی، خدا بھلا کرے یورپ کا کہ اب انجمن اور کمیٹی صدر اور تعارف کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی کام کیا جا سکتا ہے، ہم نے کیا کیا ——— ؟ ہم یہاں محض مالک کی توفیق سے آئے اور مالک کی عطا کی ہوئی زبان سے ہم بول رہے ہیں۔

مجھے آپ سے بے تکلف بات کرنی ہے، مجھے یہ بھی اچھا نہیں لگتا کہ یہ میکروفون ہمارے آپ کے درمیان حائل ہو اور اس کا احسان لیا جائے، مگر مجبوری ہے، اوپر بیٹھ گیا ہوں، تاکہ اپنے بھائیوں کو اچھی طرح دیکھ سکوں، ورنہ میں اس وقت جو کہوں گا گھر کی سی بے تکلف بات ہوگی، آپ اسے گھر کی بے تکلف مجلس ہی سمجھئے۔

آدے کا آوا بگڑا ہوا ہے

حضرات! مجھے آپ سے جس مسئلہ پر کچھ کہنا ہے، وہ ہمارا آپ کا مشترک مسئلہ ہے، مسائل بہت ہیں، ایک ایک مسئلہ کو الگ الگ بھی شکل سوچیں تو بہت دیر لگے گی اور بات بہت دور پہنچ جائے گی، یہ زندگی کا بڑا دردناک سانحہ ہے کہ یہاں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، اس خرابی کی جڑ کیا ہے، اس پر ہاتھ رکھنا ہے۔

آپ میونسپلٹی کے واٹر ورکس (WATER WORKS) کے نظام سے واقف ہیں، اگر یہاں نلوں سے خراب پانی آنے لگے جو معدہ کو خراب کرے اور اس میں بیماریوں کے جراثیم ہوں تو ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے گھر کے نل میں کپڑا باندھ لے، چھان کر پئے یا ابال کر پئے، لیکن ہوشیاری یہ ہے کہ واٹر ورکس کو صاف اور درست کرنے کی فکر کی جائے، شہر کے منتظم (ADMINISTRATOR) سے درخواست کی جائے کہ وہ اسے درست کرے، ہم اگر کپڑا باندھ کر یا چھان کر پی لیں گے تو بہت سے راستہ چلتے، ناواقف پیاسے ہوتے ہیں، منہ لگا دیتے ہیں، ان کی حفاظت کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اس میں کونسا طریقہ درست ہے؟

آج انسانیت کا واٹر ورکس خراب ہو گیا ہے، جہاں سے زندگی ابلتی ہے وہ دہانہ خراب ہو گیا ہے، زندگی کے بجلی گھر (POWER HOUSE) میں خرابی آگئی، جہاں سے سارے شہر میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، انسانیت گھلتی پگھلتی جا رہی ہے، چوربازاری، رشوت ستانی، دھوکہ بازی کا دور دورہ ہے، آج کا انسان ان سب گندگیوں میں مبتلا ہے، آج کے فکرمند انسان ان نتائج پر جھنجھلا رہے ہیں، لیکن غصہ کس پر اتارا جائے، اور اس کا ذمہ دار کس کو سمجھا جائے؟

Marfat.com

اصل مجرم کون ہے؟

آپ تو انسان ہیں، جانور بھی اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ ان کا دشمن کون ہے، کتا بھی مارنے والے ہاتھ پر دوڑتا ہے، ڈھیلے سے نہیں الجھتا، گدھے کی بے وقوفی ضرب المثل ہے، اسے ڈھیلا ماریئے تو وہ مارنے والے ہی کے پیچھے غصہ میں دوڑیگا، وہ سمجھتا ہے خرابی کی جڑ اور مصیبت کا سرچشمہ کہاں ہے، ہم آپ جانور سے بھی گئے گذرے، شیشہ کے محل میں رہتے ہیں، چاروں طرف سے ڈھیلے برس رہے ہیں، ایک ہاتھ ہے جو برسا رہا ہے، ہمیں وہ ہاتھ نظر نہیں آتا، ڈھیلے پر غصہ اتار رہے ہیں، وہ ہاتھ مطمئن ہے کہ نظر سے اوجھل ہے اور دل کھول کر ڈھیلے برسا رہا ہے، بڑے بڑے لال بجھکڑ ڈھیلوں میں الجھے ہوئے ہیں، انسانیت کے سدھار کے غور و فکر میں عام مفکرین (THINKERS) کا یہی حال ہے، ہر ایک کے سوچنے کا طریقہ (WAY OF THINKING) ہوتا ہے۔

پیغمبروں کے سوچنے کا طریقہ

ہمارے سوچنے کا طریقہ پیغمبروں کا طریقہ ہے، ہم پورے غور و فکر اور کافی تجربے کے بعد بالکل مطمئن (COONVINCE) ہو گئے ہیں کہ پیغمبر سسکتی ہوئی انسانیت کے مسائل کو جس انداز سے حل کرتے ہیں وہی صحیح طریقہ ہے، جب اس طرز پر، اس بنیاد پر کام ہوا، انسانیت کے دل کی پھانسیں نکل گئیں، آنکھوں کی سوئیاں خود بخود باہر ہوئیں، ایسی محبت کا زمانہ آیا کہ سب طرف آرام و اطمینان ہو گیا، قرآن کہتا ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں خدا کا راستہ بتلانے والے آئے، ان کی تعلیمات پر زمانہ کے پردے پڑ گئے، کچھ ہمیں علمی غرور بھی ہو گیا، ہم پڑھ لکھ گئے، اس لئے ہمیں ہزار دو ہزار برس

Marfat.com

پہلے کے طریقۂ کار فرسودہ (OUT OF DATE) معلوم ہوتے ہیں اور اس طریقہ پر سوچنا ہمارے لئے عام سا بن گیا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ سورج سب سے پرانا ہے نئی روشنی والے پرانے سورج سے آنکھیں نہیں بند کر سکتے، ہم نے پیغمبروں کا طریقہ اپنایا یا ہم نے انسانیت کے سدھار کا مسئلہ ان سے سیکھا۔

خود غرضی اور بد اخلاقی کا مانسون

وہ بتلاتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک مادہ ہوتا ہے، اگر کسی چیز کا سلسلہ کوئی بند کرنا چاہے اور اس کے نتائج سے بچنا چاہے تو اس کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کا مادہ ہی نہ پیدا ہونے پائے آپ کو ایک عام فہم مثال دوں، گرمیوں میں سمندر میں ابخرات (VAPOURS) پیدا ہوتے ہیں، وہ ابخرات اٹھتے ہیں، گرمی سے وہ تحلیل ہوتے ہیں، پہاڑوں سے ٹکراتے ہیں، اور موسلا دھار بارش بن کر برستے ہیں، ہم مانسون (MONSOON) کو چادر یا شامیانے سے نہیں روک سکتے، آج دنیا پر بد اخلاقی کا مانسون چھایا ہوا ہے، یہ زرگری کا مانسون ہے، یہ خود غرضی کا مانسون ہے، نفس پرستی، ہوس اور عیش پرستی کا مانسون ہے، دل کے سمندر سے خود غرضی کے ابخرات (VAPOURS) نفس پرستی کا شوق جب حد سے بڑھ جائے گا، عیش پرستی کی گرمی اسے گھلائے گی تو خود غرضی کا مانسون برسے گا، جو چادروں سے روکا نہیں جا سکتا۔

اس کا علاج

دل کے مانسون کو روکنے کے لئے اللہ کا یقین، مرنے کے بعد اعمال کی جواب دہی کا یقین اور جزا و سزا کا یقین ضروری ہے، ایک ایسا شخص جو ان بنیادوں کو نہیں مانتا، اپنے پیدا کرنے والے روزی دینے والے، خالق و رازق کو نہیں پہچانتا، وہ دنیا پر اقتدار حاصل کر کے اس سے فائدہ کیوں

Marfat.com

نہ اٹھائے، وہ کمزوریوں کا کیوں لحاظ کرے، وہ جانتا ہے کہ کوششوں سے اسے ایک موقع (CHANCE) ملا ہے، وہ کہتا ہے زندگی کے پورے مزے لے لو، جو لوگ کسی نہ کسی طرح اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے اوپر آگئے، وہ کیوں کسی کی بالادستی مانیں، کیوں کسی کے قانون کا احترام کریں اور آج کا عیش کل پر کیوں چھوڑ دیں، اگر مجھے کبھی یہ معلوم ہو کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں اور لے دے کر یہی زندگی ہے تو پھر اس دنیا کا عیش کس دن کے لئے اٹھا رکھوں، عرب کا ایک نوجوان شاعر بڑا حوصلہ مند (AMBITIOUS) اور صاف گو تھا، وہ کہتا ہے دو قبروں کے ڈھیر برابر ہیں، اچھا وہ رہا جو خوب عیش کے مزے اڑا کر گیا، اور بڑا نامراد وہ ہے جو تکلیفیں اٹھاتا رہا، جب مرنے کے بعد دونوں کو خاک ہونا ہے اور دونوں کا انجام ایک ہے تو میں کیوں اپنی حسرتوں کا خون کروں اور کس لئے ایثار کروں، جتنا زندگی کا لطف اٹھاؤں (ENJOY) کروں میرا حق ہے۔

دوستو! ایک پرانے شاعر کا جو خدا اور آخرت کا قائل نہ تھا، فلسفۂ زندگی ہے آج ہمارے اس ترقی یافتہ دور کا بھی یہی فلسفۂ زندگی ہے، آج کا فلسفہ اور تعلیم بھی یہی ہے کہ کھاؤ پیو اور مست رہو (EAT DRINK AND BE MARRY) جب زندگی کا یہ نظریہ بن جائے تو اس سے یہی کردار (CHARACTER) تیار ہوگا جو ہم دیکھ رہے ہیں۔

موجودہ حالات قدرتی اور ہماری ذہنیت و تربیت کا نتیجہ ہیں

انبیاء کہتے ہیں کہ جس میں یقین نہ ہو اس میں خواہشات کا جو مانسون اٹھے گا، وہ ضرور برسے گا، آج ساری دنیا پر خواہشات کے مانسون منڈلا رہے ہیں، دنیا کے لوگ کیسے عجیب ہیں، سمندر سے ابخرات اٹھے خاموش رہے، ہندوستان کی طرف بڑھے خاموش رہے، ہمالیہ

Marfat.com

سے ٹکرائے تو کچھ نہ بولے اب جب برس پڑے تو کپڑے بھیگنے کا گلہ ہے آج ساری دنیا کے لال بجھکڑ امریکہ، یورپ اور روس سب اسی طرح کی بولی بولتے ہیں، دل کے بخارات کو پرورش کرتے ہیں اور جب خواہشات کے مانسون برستے ہیں تو اس پر غصہ کرتے ہیں، ہوس کے تالابوں کو برابر گراتے رہے، ساری عمر تم خواہشات کی تربیت کرتے رہے، اسی کی تعلیم دیتے رہے، تم نے برابر اسی کا استقبال و احترام کیا، جو مال و دولت میں تم سے بڑھا ہوا تھا، تمھارا (IDEAL) یہ ہے کہ جو جتنا مال دار ہے اتنا ہی اقبال مند اور قابل تعظیم ہے، تم برابر دولت کی تعریفیں کرتے رہے، تمھارا معیار شرافت مال داری ہے۔ بیں کچھ عرصہ ہوا ایک صاحب سے ملنے گیا، وہ بڑی بے التفاتی اور لاپرواہی سے باتیں کرتے رہے، اسی اثناء میں ایک صاحب آئے جن کو میں پہچانتا نہ تھا، وہ سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، اور جب تک وہ رہے ہاتھ جوڑ کر باتیں کرتے رہے، جب وہ چلے گئے تو کہنے لگے کہ یہ بتیس روپے فیس والے ڈاکٹر صاحب ہیں، شیخ سعدی نے اپنا واقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک دعوت میں معمولی کپڑے پہنے ہوئے چلے گئے، کسی نے ان کی بات نہیں پوچھی دوسری دفعہ وہ اچھا لباس پہن کر گئے تو کھانے پر ان کو بڑے ادب اور تپاک سے بٹھایا گیا، وہ اپنے کپڑوں پر سالن ڈالتے رہے، جب پوچھا گیا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں تو فرمایا کہ دعوت تو ان کپڑوں کی ہے، انھیں کے طفیل میں کھا رہا ہوں، اس لئے انھیں کی خاطر کر رہا ہوں، میری ہوتی تو میں پہلے ہی میلے کپڑوں میں آچکا ہوں۔

آج دنیا میں یہی ہو رہا ہے، آپ نے بچہ کو کب بتلایا کہ اصل شرافت اخلاق اور کردار ہے، اس نے جب سے ہوش سنبھالا، آپ کا یہی رویہ دیکھا کہ جو موٹر پر آیا اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا اور جو یکہ پر آیا اس سے بے التفاتی برتی گئی، اس نے اگر معیار شرافت اخلاق اور انسانیت کے بجائے مالداری کو سمجھا تو کیا بے جا کیا۔

Marfat.com

اللہ کے پیغمبر اس کے برخلاف تقویٰ کو، اخلاق کو معیار شرافت بتلاتے ہیں، حضرت عمر سے عرب کے نامی سردار ملنے آئے، ان سے کہا گیا کہ انتظار کریں، اتنے میں غریب حبشی موذن حضرت بلال آئے، وہ فوراً اندر بلا لئے گئے، مدینہ کے ایک اور غریب آئے بلا لئے گئے اور یہ اپنا اپنا کام بارگاہ خلافت سے پورا کرا کے واپس چلے، جیسے کہی بدی بات تھی، عرب کے سردار بادشاہوں کا سا دماغ رکھتے تھے، انھوں نے اسے بہت محسوس کیا، انھوں نے کہا خدا کی شان! ہمارے سامنے یہ فقیر و حقیر بلا لئے جائیں، اور ہم بیٹھے رہیں، عجب معاملہ ہے! ان میں سے ایک سمجھدار آدمی بولے عمرؓ ترازو میں تول تول کر معاملہ کرتے ہیں، اس میں نہ ان غریبوں کا قصور ہے، نہ عمر کا، سب کو اللہ کے نام پر پکارا گیا تھا، یہ بڑھ گئے، تم بیٹھے رہ گئے، تم نے اللہ کے نام کی قدر نہیں کی، وہ آج عمر کے دربار میں تم سے زیادہ قدر والے ہیں، کل خدا کے یہاں بھی تم سے پہلے پوچھے جائیں گے۔

جنگوں کا ذمہ دار کون ہے؟

موجودہ طرز زندگی میں انسانیت کی بڑائی مالداری اور مادی عروج ہے، ہمارا لٹریچر، ہمارا آرٹ اور ہمارا ادب سب یہی تعلیم دیتے ہیں کہ جس کے پاس مادی وسائل زیادہ ہوں اور جو جتنا زیادہ مالدار ہو، اتنا ہی وہ شریف ہے، دولت مند ہی آدمی ہے، غریب آدمی ہی نہیں، آج دنیا کا سارا فساد اسی طرز فکر اور اسی معیار زندگی کا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص جلد سے جلد مالدار بننا چاہتا ہے اور اس کے لئے جائز و ناجائز سب طریقے اختیار کرتا ہے، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ عزت دولت ہی سے ہے۔

گزشتہ دونوں جنگیں مال و دولت اور عزت اور وجاہت کی ہوس کا نتیجہ تھیں، میرا

Marfat.com

ٹرین میں ایک ہندو دوست سے تعارف کرایا گیا، وہ چھوٹتے ہی کہنے لگے کہ دنیا میں سارا فساد مولویوں اور پنڈتوں کا برپا کیا ہوا ہے، ان کا پیشہ ہی یہ ہے، میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، پہلی اور دوسری جنگ مولویوں اور پنڈتوں ہی کی برپا کی ہوئی تھی، اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ دنیا بھر کا خون پینے والے اور خون کی ہولی کھیلنے والے یہودی صفت کارخانہ دار تھے، ۱۹۱۴ء کی لڑائی میں یہودی کارخانہ داروں کا ہاتھ تھا، ان کے اسلحہ (AMMUNITIONS) کے بڑے بڑے کارخانے تھے، ان کو کھپانے کے لئے ان کو بڑی بڑی منڈیوں کی ضرورت تھی، ایک سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت انھوں نے سازشیں کیں، وارداتیں کیں اور ملکوں اور قوموں کو لڑا دیا، ایک کارخانہ کو چلانے کے لئے انھوں نے اتنا بڑا فساد برپا کیا کہ جس میں لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں اور ملک کے ملک تباہ ہو گئے، بس آج قوموں کو ٹکرانے والا جذبہ یہ ہے کہ بس ہماری تجوری بھرے اور ہمارا بول بالا ہو اور ہمارا سکہ چلے، ہماری قوم سرفراز ہو، یہ بڑے پیمانہ کی خودغرضیاں سارے فتنہ و فساد کی جڑ ہیں، تہذیب یا کلچر یا زبان کا اختلاف فساد کا باعث نہیں ہوا۔ میں پوچھتا ہوں کیا ایک کلچر، ایک تہذیب اور ایک قومیت کے لوگ نہیں لڑے، ہمارے یہاں کورو پانڈے لڑے ہیں، جو ایک ہی خاندان کے لوگ تھے، عرب میں قبیلہ سے قبیلہ لڑا ہے، جس کی ایک ہی زبان اور ایک ہی کلچر تھا، افغانستان میں پٹھان پٹھان سے پاکستان میں مسلمان مسلمان سے اور یہاں ہندوستان میں ہندو ہندو سے لڑتا ہے، اس ٹکراؤ میں نفسانی اغراض کام کر رہے ہیں، خودغرضیاں ٹکرا رہی ہیں، غرض کا مذہب ٹکرا رہا ہے۔

اندر کا لاوا باہر کو پھونک رہا ہے

پیغمبروں کا طریقہ یہ ہے کہ دل کی خرابی دور ہو، باہر جو بگاڑ ہے وہ اندر سے پھوٹ

Marfat.com

رہا ہے، اندر کا لاوا باہر کو پھونک رہا ہے، ہم سمجھے باہر کی خرابی اندر گھس گئی ہے، اور باہر کے اصلاح میں لگ گئے، جس طرح سارے جسم پر دل کی بیماری کا اثر پڑتا ہے، اسی طرح پورے نظام زندگی پر نیتوں کے فتور اور ذہنیت کی خرابی کا اثر پڑتا ہے، پرانے قصوں میں آتا ہے کہ ایک بادشاہ سیر و شکار میں اپنے ہمراہیوں سے جدا ہوگیا اور اس کو رات ایک بڑھیا کی جھونپڑی میں گزارنا پڑی، بڑھیا نے دودھ دوہا وہ سیروں اترا، بادشاہ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس پر ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا، دوسرے وقت بکری کا دودھ کم ہوگیا، بادشاہ وہیں بیٹھا تھا، بڑھیا اسکو پہچانتی نہیں تھی، بڑھیا نے بڑے افسوس سے کہا کہ آج بکری کا دودھ کم ہوگیا، شاید بادشاہ کی نیت میں فتور آگیا۔

انسان اس دنیا کا بادشاہ ہے، اس کی نیت میں فتور آگیا، اس کا دل بگڑ گیا، اس لئے یہ سب فساد اور خرابی نظر آرہی ہے، پیغمبر کی نظر بہت گہری ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں دل کا پاپ دھو، دلوں کو مانجھو، دل ٹھیک کرو، دل کا بگاڑ ہی تو ہے کہ FOOD CONTROL ہوا، چور بازاری شروع ہوگئی اور جب قیمتوں کا کنٹرول (PRICE CONTROL) تو سامان مفقود ہوگیا اور لوگ ضرورت کی چیزوں کو ترسنے لگے، جب تک انسان کا پاپی من درست نہیں ہوتا، کچھ نہیں ہوتا، کمیونزم (COMMUNISM) نے بھی اس حقیقت کو نظر انداز کیا کہ بگاڑ اندر سے شروع ہوتا ہے، وہاں بھی من کی کوئی فکر نہیں کی گئی، مزدور فاقہ مستی کر رہے ہیں، وہ ان کے خون اور پسینہ پر عیش پرستی کر رہے ہیں، ان کی لاشوں پر شاندار عمارتیں تیار کر رہے ہیں، انھوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ہر طرف من مانی ہو رہی ہے۔

نشہ بندی کی کوشش میں امریکہ کی ناکامی

ہماری سوسائٹی پاپی ہوگئی ہے، اس میں ظلم کا رجحان پیدا ہوگیا ہے، صرف شکوہ گلہ سے

Marfat.com

دنیا کی اصلاح نہیں ہوسکتی، دل صرف خدا کے خوف سے سدھر سکتا ہے۔ وہ صرف پیغمبروں کے بتلائے ہوئے طریقہ سے درست ہوسکتا ہے، اگر محض علم وادب یا آرٹ اور سائنس سے درست ہوسکتا تو یورپ کا من پاپ سے بالکل پاک ہوتا، امریکہ میں نشہ بندی کا منصوبہ بنایا گیا، اسکے خلاف محاذ جنگ قائم ہوا، امریکہ نے کروروں روپے پانی کی طرح بہائے، ایک زبردست مہم (COMPAIGN) چلائی گئی اور ایڑی چوٹی کا زور شراب بندی پر لگا دیا گیا، اس کے خلاف اتنا زبردست اور وسیع لٹریچر تیار کیا گیا کہ اگر سب اخبارات، اشتہارات اور میگزینوں کو پھیلا یا جائے تو کئی میل تک پھیل جائے، لیکن جتنی کوشش کی گئی امریکہ کی مہذب اور تعلیم یافتہ قوم کو اس کی اور زیادہ ضد ہوگئی، شراب کا استعمال پہلے کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوگیا، آخر حکومت نے عاجز آکر قوم کے ارادہ اور ضد کے مقابلہ میں ہار مان لی اور قانون واپس لے لیا، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خارجی انتظامات اور دماغ کے راستہ سے جو کوششیں کی جاتی ہیں، وہ ناکام رہتی ہیں اور کوئی بڑا نتیجہ پیدا نہیں کرتیں، امریکہ کی پڑھی لکھی اور مہذب دنیا نے لٹریچر اور ادب کے معقول اور وزنی دلائل کی ذرا پرواہ نہیں کی اور اپنے نفس اور خواہش کا ساتھ دیا۔

ملک کے لئے سب سے بڑا خطرہ

اس ملک میں جو اخلاقی انارکی پھیلی ہوئی ہے، وہ یہاں کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، افسانے اخلاق سوز باتیں پھیلا رہے ہیں۔ ہماری نئی نسلوں کو حیا سوز انجکشن دیئے جا رہے ہیں، سینما کے پردوں پر پاپ دکھایا جا رہا ہے، آنکھوں سے کانوں سے دل میں پاپ اتارا جا رہا ہے، اخبار اور رسالے پاپ کی کھلم کھلا تبلیغ کر رہے ہیں، اور اس کا کوئی توڑ نہیں، ہم علی الاعلان کہتے ہیں، ہمیں

Marfat.com

آزادی ملی، اللہ کی بڑی نعمت ہے لیکن اگر ہم اخلاق پر کنٹرول نہیں رکھ سکتے تو آزادی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

یورپ اور ہندوستان کا فرق

یورپ میں ہزاروں خرابیاں ہیں، لیکن وہ تھما ہوا ہے کچھ شک نہیں مغربی زندگی میں بہت سے اخلاقی جرائم اور بداخلاقیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن وہ ذرا آراستہ (REFINED) قسم کی ہیں، وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بااصول، پابند اور مہذب ہیں، ان میں گھٹیا قسم کی چھوٹی چھوٹی بے ایمانیاں نہیں پائی جاتیں، وہ ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں، اور ان کی شہری اور مجلسی زندگی زیادہ منظم اور باقاعدہ ہے، میرے ایک دوست نے بتلایا کہ وہ لندن میں برٹش میوزیم میں کچھ علمی کام کر رہے تھے، لائبریری کے ساتھ وہاں رسٹورنٹ بھی ہوتے ہیں اور ان میں عموماً (GIRLS) کام کرتی ہیں، وہ کہتے تھے کہ میرا روزانہ کا معمول تھا کہ جب تھک جاتا تو ہوٹل میں جاکر مچھلی کے کباب کھایا کرتا اور جتنے پیسے مجھے بتلائے گئے تھے اتنے روز دے آیا کرتا تھا، ایک دن جب میں پیسے دینے لگا تو وہاں کی منتظمہ نے مجھ سے کہا اچھا آپ ہی ہیں روزانہ دو پیسے زیادہ دے جایا کرتے ہیں، ہمارا حساب بڑھتا تھا اور ہم کئی روز سے اس شخص کی تلاش میں تھے جو زیادہ (PAYMENT) کر جاتا ہے۔ آپ کو غلطی سے دام زیادہ بتلادیئے گئے، یہ آپ کے پیسے ہیں جو الگ رکھ لئے گئے ہیں، یورپین لڑکی میں ایمانداری کا وصف خدا پرستی کے جذبہ سے نہیں پیدا ہوا، وہاں چرچ فیل ہو چکا ہے، ایمانی قدریں (VALUES) ضائع ہوگئیں تو انھوں نے خالص مادی نفع کے لیے یہ تجارتی اخلاق وضع کر لئے اور ایسا ذہن بنالیا جو کامیاب تاجر کے لئے ضروری ہے۔

Marfat.com

اخلاق کی دو قسمیں

یورپ کے اخلاق میں توازن نہیں، ان کی مثال وہی ہے کہ گڑ کھائیں، اور گلگلوں سے پرہیز، افراد کے چھوٹے چھوٹے معاملوں میں وہ بڑی ایمان داری سے کام لیتے ہیں لیکن جب اپنی قوم کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے تو ایسے ایمان دار افراد قوموں کو نگل جاتے ہیں۔ انفرادی زندگی میں ان کا یہ حال ہے کہ اگر ۹ بجکر ۵ امنٹ پر آنے کا وعدہ کریں تو ٹھیک اسی وقت پہونچیں، لیکن قومی معاملات میں دوسری قوموں کو دھوکا دینے میں انھیں ذرا تامل نہیں، عربوں کے ساتھ ان کی عہد شکنی ضرب المثل ہے، ہم خود ان کا یہاں تجربہ کر چکے ہیں، ان میں اخلاق خدا پرستی، اور آخرت کی جواب دہی کی بنا دپر نہیں آئے، بلکہ نفع اندوزی اور مصلحت کے لئے انھیں اخلاقی ذہن بنانا پڑا، جب مصلحت کا تقاضا ہو تو بڑے با اخلاق، وعدے کے پکے اور جہاں ان کی مصلحت کا تقاضا کچھ اور ہو تو بڑی سے بڑی بد اخلاقی میں ان کو باک نہیں۔

پیغمبروں کے پیدا کئے ہوئے اخلاق

پیغمبروں کی تعلیم سے جو اخلاق بنتے ہیں وہ مستقل اور مصلحت اندیشی سے پاک ہوتے ہیں۔ نفع ہو یا نقصان، جان جائے یا رہے، وہ اعلیٰ اخلاق کو نہیں چھوڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ایسا ذہن بنا تھا کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز جو اس وقت متمدن دنیا کے سب سے بڑے فرمانروا تھے، ایک رات حکومت کا کام کر رہے تھے، سرکاری چراغ جل رہا تھا، ایک ملنے والے آگئے، وہ سلام کر کے مزاج پوچھنے لگے، انھوں نے جواب دینے سے پہلے چراغ بجھا دیا، پھر ٹمٹماتا ہوا

Marfat.com

دیا منگایا، آنے والے نے جب دریافت کیا تو کہا وہ بیت المال کا چراغ تھا، تم آپس کی باتیں کرنے لگے، اس لئے میں نے اس کو گل کر دیا کہ اگر اس کی روشنی میں گھریلو باتیں کروں گا تو اللہ کو کیا جواب دوں گا، ایسی احتیاط کے نمونے کہیں کرملین (KREMLIN) کی حدود میں نظر آسکتے ہیں، یہ اخلاقی قدریں اور روحانی بلندیاں ان کے خیال میں نہیں آسکتیں، وہ زیادہ سے زیادہ اتنا سوچ سکتے ہیں اور ان کے خیال کی پرواز یہیں تک محدود ہے کہ ہر انسان کو پیٹ بھر کھانا، ڈوا، اور رہنے کو مکان ہو، بیکار نہ لو، خواہشات کا احترام کرو وغیرہ وغیرہ۔

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ جو ایران اور رومن ایمپائر کی دو زبردست شہنشاہیوں کے زبردست فاتح تھے، ان کے زمانہ میں قحط پڑا تو اچھی غذا اپنے اوپر حرام کرلی، وہ سرخ و سفید تھے، لیکن تیل کھاتے کھاتے ان کے چہرے کا رنگ سانولا ہو گیا۔

سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری

ہم سیدھی سادی بات یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے راستہ کی دعوت دینے آئے ہیں، ہم اس بنیاد پر انسانوں کو انسانیت کی دعوت دینے آئے ہیں، ہم اس کو سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری سمجھتے ہیں، ہم سے زیادہ کوئی اس کی خدمت نہیں کرسکتا ہم مانتے ہیں کہ ملک کے لئے ایسے ادارے ضروری ہیں جن سے ملک ترقی کرے، ہم ان کی تحقیر نہیں کرتے، ملک کے لئے تعلیمی ادارے، شفاخانوں، صفائی کے محکموں کی ضرورت ہے، ملک کو رسل و رسائل (COMMUNICATION) دفاع (DEFENCE) اور دوسرے محکموں کی ضرورت ہے، ان سب کے باوجود ملک میں ظلم اندھیر اور دوسرے کے پیٹ کاٹنے کا جو طاعون پھیلتا جا رہا ہے، اسے نہ روکا گیا تو اس کی عزت، اس کا وقار اس کی آزادی خاک میں مل جائے گی، ہم سب سے کہتے ہیں کہ یہ ملک کی سب سے

Marfat.com

پہلی ضرورت ہے۔ وہ تمام ادارے جنھیں میں پہلے ضروری اور مفید کہہ چکا ہوں سب اس کے بعد آتے ہیں، ہم اس حقیقت کے پرچار کے لئے گھر سے نکلے ہیں، کوئی اور اس کام کو کرتا ہوتا تو اس کے ساتھ تعاون کرتے۔

ہماری دعوت

ہم علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم اس ملک میں حصہ رسد بٹانے نہیں آئے تھے، ہم ان ملکوں کو چھوڑ کر جو خود دولت سے بھرے ہوئے تھے، یہاں کی دولت میں حصہ بٹانے نہیں آئے تھے، ہم ایک مشن، ایک خدمت پر آئے تھے، ہم یہاں خدا کے بندوں کو خدا کا بندہ بنانے آئے تھے، یہاں جو مسلمان آئے تھے، وہ اخلاق، محبت، خدا پرستی کا پیغام لیکر آئے تھے، انھوں نے اس ملک کو کچھ دیا، لیا نہیں، وہ یہاں سے کچھ لینے نہیں آئے تھے، اس کو کچھ دینے آئے تھے، وہ رہنے آئے تھے، یہاں سے جانے کے لئے نہیں آئے تھے، اگر ایسا سوچتے تو تاآلہ کی ایسی شاندار و پائیدار مسجد نہ بناتے، وہ تو خدا پرستی اور انسان دوستی کی دعوت دیتے تھے، کہاں کے عرب کہاں کے عجم، یہ سب ہماری بنائی ہوئی خود ساختہ حدیں ہیں، ساری دنیا کے پیدا کرنے والے خالق و مالک اور رازق اور ساری دنیا کو بغیر شرکت چلانے والے ایک اللہ کی طرف سے وہ یہ تعلیم لائے تھے، انھوں نے دنیا سے لئے بغیر ساری دنیا کی خدمت کی، انھوں نے سچے موتیوں سے انسانیت کی جھولی بھر دی اور اپنے ہاتھ خالی رکھے، اپنے بچوں کی مطلق فکر نہ کی اور اپنے کنبے کی طرف سے آنکھیں بند کر کے پیٹ پر پتھر باندھ باندھ کر لوگوں کی سیوا کی، ان کی تکلیفوں کو راحتوں سے بدلا، جو آیا غربا میں تقسیم کیا، ضرورت مندوں کی جھولیاں بھریں، انھیں خادم اور ملازم دیئے اور اپنے بچوں کو بالکل محروم رکھا۔ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم چٹائی پر لیٹے تھے، جسم پر نشانات پڑ گئے تھے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو کہا اللہ اکبر آپ اللہ کے رسول ہو کر اس تکلیف میں رہیں اور دنیا کا خون چوسنے والے ظالم قالینوں اور مسہریوں پر آرام کریں، آنحضرتؐ نے فرمایا، عمر عیش تو آخرت کا عیش ہے۔

مسلمانوں کی غلطی

ہم مسلمانوں سے کڑوی بات کہتے ہیں، ہم ان سے کہتے ہیں کہ تم نے ان باتوں کو مانا ہے، تمہارا ان پر ایمان ہے، تم ان اخلاق و کردار کو چھوڑ کر جانوروں کی سطح پر آگئے، تم اپنے کردار اور عمل سے اسلام کو بدنام کرتے ہو، اس کے روشن نام کو بٹہ لگاتے ہو، تم دنیا کو اسلامی زندگی کی جو چلتی پھرتی فلم دکھلارہے ہو، وہ بڑی افسوس ناک ہے، تم نے جو زندگانی کا نمونہ پیش کیا ہے اس میں کون سی جاذبیت (ATTRACTION) ہے، پہلے تم جس راہ سے گزر جاتے تھے نقش چھوڑ جاتے تھے، دیر تک تمہاری خوشبو محسوس ہوتی رہتی تھی، جیسے نسیم کی خوشگواری محسوس ہوتی رہتی ہے، مسلمان جدھر سے گزر گئے گلی کوچے معطر کر گئے اور جہاں سے چلے آئے وہاں سے سفارتیں بھیجی گئیں کہ ہمارے ملک میں سب کچھ ہے، مسلمان نہیں ہیں جنہیں دیکھ کر لوگ اپنی زندگی درست کریں اور جو ان کے مقدمات و معاملات میں بے لاگ فیصلہ کریں، ان کی خواہش پر مسلمان بھیجے گئے، افسوس اب تم ایسے بن گئے کہ تمہارے نہ ہونے سے ملک میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی، آج تک کسی نے اپنے ملک سے ماہرین فن، ڈاکٹروں اور دستکاروں کو نکالا ہے، مشرقی پنجاب میں لوہاروں کی ضرورت تھی تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ لبسائے گئے، اگر تم میں اخلاقی برتری (MORAL SUPERIORITY) ہوتی تو اخلاقی ضرورت کا احساس مجبور کرتا کہ تمہیں ملک کی امانت سمجھ کر رکھا جائے، تمہارے دودھ والے پانی ملانے سے پرہیز کرتے، تمہارے درزی کپڑا بچانے کو عیب سمجھتے، تمہارے دستکار اور مزدور

Marfat.com

محنت سے، پورا دن لگ کر کام کرتے، تمھارے حاکم رشوت کو حرام سمجھتے تو دنیا کا کوئی ملک تمھاری جدائی کو گوارا نہ کرتا۔

ایک کشتی کے سوار

اپنے وطنی بھائیوں سے بھی مجھے دلی محبت ہے، ہمارا آپ کا مستقبل ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ آپ اچھے تو ہم بھی اچھے، آپ کی تکلیف ہماری تکلیف ہے، اللہ کے پیغمبر کسی خاص ملک کو نوازنے نہیں آئے، وہ سارے عالم کے لئے رحمت بن کر آئے، وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ "خدا کے آخری نبی حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر عربوں کے قومی غرور کو پاش پاش کر دیا، انھوں نے فرمایا کہ اللہ نے تمھارے نسلی غرور کو توڑ دیا ہے، میں انھیں اپنے قدموں سے روند رہا ہوں، عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ عجمی کو عربی پر، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے، ہم سب ایک کشتی کے سوار ہیں، کشتی میں ایک اوپر کا درجہ (STOREY) ہے اور ایک نیچے کا، نیچے والے اگر اس میں سوراخ کریں اور اوپر والے ان کا ہاتھ نہ پکڑیں تو کشتی غرق ہو جائیگی۔ اور نیچے اوپر والے سب ڈوب جائیں گے، آج ہمارے ملک کی زندگی کے نچلے حصہ میں شگاف کیا جا رہا ہے، اسے روکنے کی فکر کریں، اس میں پاجامے اور دھوتی کی کوئی تمیز نہیں، کسی کلچر اور تہذیب کی کوئی قید نہیں، سمندر کسی کی رعایت نہیں کرتا، اللہ ہمیں سمجھ دے، سینوں کو روشن کرے، ہم انسانیت کا درد محسوس کریں، اپنے اس پیارے ملک کو جس پر ہمارا حق ہے جس کو ہم نے خون پسینہ سے سینچا ہے، ہم پیغمبروں کے راستے سے سنواریں، ہم اس کو ایک نمونہ کا ملک بنا دیں، جس میں ایمان، یقین، اخلاق، انسانیت اور ہمدردی و ایثار کی فضا ہو، اس کے لئے ایک جری قدم (BOLD STEP) کی ضرورت ہے، قدم اٹھائیے، میں نے کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا، آپ

Marfat.com

اس کا وزن محسوس کریں، یہ بوجھ تنہا ہماری طاقت سے باہر ہے، اس کا پرچار کریں اور سنجیدگی سے اس کے لئے کچھ کرنے کا فیصلہ کریں۔

Marfat.com

انسان خود پرست بھی ہے خود فراموش بھی

یہ تقریر ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۵۴ء رات کو
۷½ بجے ٹاؤن ہال غازی پور کے ایک
جلسۂ عام میں ہوئی، جس میں ہندو مسلمان
تعلیم یافتہ اصحاب کی کافی تعداد تھی۔

Marfat.com

انسان اور جانور کا فرق

دوستو اور بھائیو! جانوروں اور انسانوں میں ایک بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ جانوروں میں اپنی حالت سے بے اطمینانی اور اپنی زندگی کی ترقی کی کوئی صلاحیت نہیں ہوتی، لیکن انسان اس کا احساس رکھتا ہے، ہم اور آپ زندگی سے غیر مطمئن ہیں، اس بے اطمینانی کو عام طور سے برا سمجھا جاتا ہے لیکن اگر یہ بے اطمینانی جو انسان کا جوہر ہے ختم ہو جائے تو پھر زندگی کی خوبی اور دلچسپی ختم ہو جائے، ہر شخص زندگی کی شکایت کرتا ہے اور اکثر گفتگو اس بے اطمینانی پر ہوتی ہے، مگر اس کو دور کرنے کی فکر اور اسکے اسباب پر غور کرنے کی تکلیف بہت کم لوگ گوارا کرتے ہیں، کیونکہ یہ ایک ذمہ داری کی چیز ہے، اور انسان ذمہ داری سے گھبراتا ہے۔

اگر کسی مشین یا ایک گھڑی میں خرابی ہو جائے تو اس کو گرانے اور پٹکنے سے وہ درست نہیں ہوتی، بلکہ اسکو آسانی اور سہولت سے درست کرنے ہی سے کام چلتا ہے، اسی طرح غور کرنا ہے کہ اس وقت انسانیت کی چول تو اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی نہیں ہے، اور یہ سارا بگاڑ اور بے اطمینانی انسانیت کی پستی ہی کا نتیجہ تو نہیں ہے جس کے ذمہ دار ہم اور آپ ہیں۔

انسان کے لئے سب سے محبوب اپنی ذات ہے

انسان کو سب سے زیادہ اپنی ذات سے محبت ہے، اور جس سے جتنی دلچسپی ہے، وہ اپنی ذات کے تعلق کی بنا پر ہے، ہر محبت میں انسان کی اپنی ذات چھپی ہوتی ہے اور اسکو دیکھنے کے لئے ایک خوردبین کی ضرورت ہے، محبت کے فلسفہ پر غور فرمائیے کہ کسی شخص کو آپ سے محبت ہو تو یقیناً آپ کو بھی اس سے محبت ہوگی، اولاد، بھائیوں اور دوستوں کی محبت میں درحقیقت

انسان کی اپنی محبت کام کرتی ہے، انسانی محبت کے لئے سائی کالوجیکل خورد بین کی ضرورت ہے، اگر انسان کو اپنی ذات سے محبت نہ ہو تو یہ سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائے، اب تو یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ قوت کشش کا فلسفہ بھی دراصل ایک تعلق اور محبت کا رشتہ ہے، جو نظام شمسی کو قائم رکھتا ہے، اس دنیا میں جو رونق و رنگینی اور چہل پہل معلوم ہوتی ہے، وہ سب انسان کی اپنی ذات سے دلچسپی رکھنے کا نتیجہ ہے، اگر انسان کو اپنی ذات سے دلچسپی نہ ہو تو بازار، کارخانے اور کاروباری سرگرمیاں سرد پڑ جائیں، کیونکہ ذاتی دلچسپی تو کسی چیز سے نہیں بلکہ انسان کو اپنی ذات کا عشق دوسری چیزوں سے تعلق اور محبت پر مجبور کرتا ہے، یہ لاکھوں برس کی پرانی اور فطری حقیقت ہے، اس دنیا میں جو کچھ طاقت، زینت اور نظام آپ دیکھتے ہیں، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے دلچسپی رکھتا ہے، انسان اس دنیا کا مرکز ہے اور ساری چیزیں اس کے گرد گھوم رہی ہیں، اگر انسان اپنی ذات سے دلچسپی نہ رکھے اور اس کو فراموش کردے، اپنی حقیقت سے ناواقف ہو اور اپنی ذات کو بھول جائے تو بڑی انارکی پھیل جائے اور بڑی ابتری اور بدنظمی رونما ہو۔

ایک ذہنی طاعون

انسان کے لئے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ وہ اپنی حقیقت کو سمجھے، اپنی حیثیت کو پہچانے اور یہ جانے کہ یہ ساری دنیا میرے لئے بنائی گئی ہے، اور انسان ہی اس دنیا کی پیدائش کا مقصد ہے ... ذریعہ کو ذریعہ اور مقصد کو مقصد سمجھنا چاہیئے، انسانی تاریخ کا یہ ایک بحرانی دور اور ذہنی پلیگ ہے کہ وہ اپنی ذات کو فراموش کردے، اپنے مقصود اور وسائل و ذرائع کو الگ الگ نہ پہچانے اور ذرائع کو مقصود سمجھے، انسان پر خود فراموشی کا طاری ہونا ایک خطرناک بیماری ہے، جب کہ وہ یہ بھلا دے کہ وہ کس مقام پر رکھا گیا تھا اور اس کی کیا حیثیت اور ذمہ داری ہے، اسے کون سا پارٹ ادا کرنا ہے

Marfat.com

اور اس کا اس عالم سے کیا تعلق ہے۔

اس زمانہ میں ایک خاص قسم کا ذہنی پلیگ پھیلا ہوا ہے جو مشرق سے مغرب تک ہے بظاہر تو انسان اپنی ذات سے اس قدر دلچسپی اس زمانہ میں رکھتا ہے، اس کے لئے جو محنتیں اور کوششیں کر رہا ہے اور جو اختراعات، ایجادات، اور مصنوعات سامنے آرہی ہیں، وہ یہ دھوکہ دیتی ہیں کہ انسان کو اپنی ذات سے جس قدر دلچسپی اس زمانہ میں ہے، ایسی دلچسپی کسی زمانے میں نہیں رہی، انسان پچھلے دور میں گویا سویا ہوا تھا، اب جاگا ہے، زندگی کو جس پیار، تکلف اور راحت آشنا بنا دیا گیا ہے وہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ انسان کو اپنی ذات سے اس وقت ہمیشہ سے زیادہ دلچسپی ہے، انسان اپنی ذات کے لئے جو ذہانتیں دکھا رہا ہے اور جو قوتیں استعمال کر رہا ہے، ایسا تاریخ میں کبھی نہیں ہوا اور اب بظاہر انسان کو اپنی ذات سے بے انتہا شیفتگی ہے، لباس نئے نئے، کھانے عجیب و غریب اور راحت و سہولت کے کتنے ذرائع نکل آئے ہیں۔

اس زمانہ کی خود فراموشی

میں یہ عرض کروں گا کہ دراصل انسان نے اپنی ذات، اپنی آدمیت، اپنے جوہر، اپنے اصل ذائقہ اور اپنی حقیقی لذت کو جس قدر اس زمانہ میں بھلایا ہے، ایسا کبھی نہیں بھلایا ہے، ایسا کبھی نہیں بھلایا تھا، انسان اس وقت سب سے کم اپنی ذات اور اپنے ذاتی مسائل پر غور کرتا ہے اور جو چیزیں اس کے لئے پیدا کی گئی تھیں ان پر اپنی زندگی کو قربان کر رہا ہے، ظاہری چیزیں، چھوٹے تقاضے اور بیرونی لذتیں اس پر ایسی حاوی ہو چکی ہیں کہ وہ اپنے باطن اور اپنی حقیقت کو بالکل فراموش کر چکا ہے یہ دور دراصل دو متضاد پہلو رکھتا ہے، ایک ظاہر اور دوسرا باطن، اگر پرکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ اس مادّی ترقی کے دور میں انسان نے اپنی روحانی جوہر اور حقیقی مقصد اور زندگی

Marfat.com

کی اصل لذت کو بالکل بھلا دیا ہے، جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور لطف یہ کہ اپنے فرض کو نہیں پہچانتا، اپنی بیماری کو سنجیدگی سے نہیں سوچتا، اس کے ذرائع مقاصد بن گئے ہیں، انسان ان چیزوں پر کیسے مر رہا ہے جو اسی کے لئے ہیں، ذرا غور کیجیے، کیا انسان اپنی ذات سے واقف ہے، اپنی زندگی کا جائزہ لیجیے، کیا انسان اپنی حقیقی راحتوں کو یاد کرتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ انسان پر ایک جنون طاری ہے، اور وہ ایک عجیب کھیل کھیل رہا ہے، صبح سے شام تک ایک جگہ میں رہتا ہے، جانوروں سے زیادہ محنت کرتا ہے، بہت سے انسان ایسے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو روپیہ ڈھالنے کی مشین سمجھ رکھا ہے۔

لاحاصل کوشش

میرے بچپن میں بچے ایک کھیل کھیلا کرتے تھے کہ بڑھیا بڑھیا کیا ڈھونڈ رہی ہے، جواب ملتا تھا، سوئی، سوئی کا کیا کرے گی، جواب ملتا تھا تھیلی سیوں گی، تھیلی کا کیا کرے گی، جواب ملتا، روپیہ رکھوں گی، روپیہ کا کیا کرے گی، جواب ملتا گائے خریدوں گی، گائے کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا دودھ پیوں گی، ادھر سے جواب ملتا دودھ کے بدلے "موت" آج ساری دنیا یہی کھیل کھیل رہی ہے، ساری دنیا اپنی محنتوں کے صلہ میں جو حاصل کرنا چاہیے تھا اس کے بجائے بے مقصد اور غیر حقیقی چیزوں میں الجھ کر رہ گئی ہے، انسان تعلیم حاصل کرتا ہے اور تعلیم اس لئے کہ روپیہ کمائے اور روپیہ اس لئے کہ آرام پائے، یہ ایک مسلسل زنجیر ہے جس میں سارے انسان جکڑے ہوئے ہیں، انسان جس کے لئے سب کچھ کرتا ہے، اس کو بھول جاتا ہے، آج حقیقی مقاصد زندگی بالکل فراموش کئے جا چکے ہیں، زندگی کا سارا سفر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ انسانیت جس کے لئے چلی تھی، وہ اس کا راستہ نہیں۔

سکّہ کی انسان پر حکومت

سکہ کس لئے ہے، اس کی قیمت یہی تو ہے کہ انسان اس سے کام لے، آپ نے بے جان سکّہ میں جان ڈالی مگر سکہ کے یہ معنی تو نہیں کہ آپ اس سے عشق کریں، اس سے جو کام لینا چاہیئے تھا وہ نہیں لیا جاتا بلکہ سکہ اس وقت انسان پر حکومت کرتا ہے، اس سکہ کے لئے دنیا میں دو بڑی لڑائیاں ہوئیں، آپ نے عہدوں، کوٹھیوں اور کرسیوں کو اپنے اوپر حکمراں بنالیا انسان نے انسان کے خلاف خوفناک ہتھیار استعمال کئے، انسان نے انسانیت سے سرکشی کی بغاوت کی، جس کے نتیجہ میں انسان کو انسان سے ہزار گنا ادنیٰ چیزوں کو اپنا حکمراں بنانا پڑا، وہ چیزیں جن میں زندگی نہیں، لوچ نہیں، کوئی برتری نہیں وہ انسان پر مسلط ہیں، یہ ایک عجیب اور عبرتناک حال ہے کہ اشرف المخلوقات پر اس کے بنائے ہوئے قانون اور بے جان اشیاء حکومت کریں۔

ذرائع مقاصد بن گئے

اس دنیا میں اکثر انسان ایسے ہیں جن کو یاد نہیں کہ ان کا مقام اور مقصدِ حیات کیا ہے؟ جو چیزیں انسان کے مقاصد کا صرف ذریعہ ہیں، ان پر ایسی محنتیں کی جارہی ہیں کہ گویا وہی اصلی مقاصد ہیں، اصل مقاصد کو بھلا کر انسان ہوس کے جال میں پھنسا ہوا ہے، انسان چاہتا ہے کہ دوسروں پر حکومت کرے، لیکن جب ایک کو دوسرے پر فتح ہوتی ہے تو اس پر دوسری چیزیں حکومت کرتی ہیں، ایک قوم کیا ایک فرد بھی گوارا نہیں کرتا کہ اس پر دوسرا حکومت کرے، مگر انسان سے ہزار درجہ پست چیزوں کو مثلاً کپڑوں کو، کوٹھیوں کو، روپیہ کو آج ہم نے اپنے اوپر

Marfat.com

حکمراں بنا رکھا ہے، انسان پر آج خواہشات کی، اپنے بنائے ہوئے قانون کی اور جمادات کی حکومت ہے، حالانکہ ان چیزوں میں ہرگز کوئی جاذبیت نہیں، اور وہ ہرگز ہمارا مقصود بننے کے قابل نہیں، مگر ہم نے جمادات کو ترجیح دی، انسانوں پر ہم نے نباتات کو انسان سے افضل سمجھا، حالانکہ ہم ہیں آج لاکھوں انسان حقیقی آرام سے محروم ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان نے انسانیت کو فراموش کر دیا۔ اور اس پر ایک خود فراموشی طاری ہے۔

یقیناً ہم لوگ بھول چکے ہیں کہ ہمارا اصل مقام کیا ہے، ہماری غلط روش ہی سے ساری دنیا میں آج انتشار ہے، آج ہم عہدوں کے لئے جان دیتے ہیں اور اپنی حقیقی عزت اور اصل راحت کو فراموش کر چکے ہیں، جغرافیہ کس لئے ہے، اگر اس دنیا میں انسان نہ پیدا ہوتا تو تاریخ و جغرافیہ کی کیا ضرورت تھی، سارے علوم و فنون انسان ہی کے لئے تو ہیں، پھر یہ کیا ہے کہ انسان اپنی پوزیشن نہیں سمجھتا اور اپنی حقیقت سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے، آپ کا اس دنیا سے کیا علاقہ ہے ہم کس لئے آئے، کیا ہم اس دنیا میں اس لئے بھیجے گئے کہ دریاؤں پر دوڑیں، اور ہوا میں اڑیں اور مادی ترقیوں کو اپنا مقصد حیات بنا لیں؟ ہماری زندگی کا جو لباس ہے، اس میں برابر جھول پڑتے جا رہے ہیں اور دامن انسانیت آج تار تار ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

خدا کے برگزیدہ بندے جنھیں پیغمبر کہتے ہیں دنیا میں اسی لئے آئے کہ انسان کو اس کا مقام اور مقصد زندگی بتلائیں اور انھوں نے ایک موٹا اصول بتلایا کہ انسان اللہ کے لئے بنایا گیا ہے اور یہ ساری مخلوق انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے، اگر ہم اور آپ یہ سمجھ لیں کہ ہم اس دنیا کے امین، ٹرسٹی اور نگراں ہیں تو یقیناً ہمارا اور آپ کا رویہ اور طرز زندگی بدل جائے اور دنیا

میں جو فساد اور تباہی برپا ہے، وہ یقیناً دور ہو سکتی ہے۔

دولت مند بننے کی ریس

لیکن اگر آپ یہ سمجھ بیٹھیں کہ آپ صرف روپیہ ڈھالنے کی مشین ہیں تو انسانیت کے لباس میں جھول پڑتے ہی جائیں گے، غیر محدود تعداد میں روپیہ پیدا کرنا جب آپ کا مقصد حیات ہو گا تو نہ آپ انسانی رشتوں کو ملحوظ رکھیں گے، نہ کسی کے دل کو ستانے میں عار ہو گا، نہ کسی پر ظلم کرنے میں ہچکچائیں گے، اگر آپ کا آئیڈیل یہ ہو گا کہ زندگی صرف عیش و آرام اور دولت مند بننے اور تھوڑی مدت میں جلد از جلد روپیہ سمیٹنے کا نام ہے، پھر اس کا نتیجہ یہی ہو گا جو آج ہمارے سامنے ہے، خواہ انسانیت کا خون ہو، اور آدمیت برباد ہو، مگر ہر انسان دولت مند بننے کی اس ریس میں آگے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے، ساری اخلاقی تعلیمات طاق پر رکھی ہوئی ہیں اور ہر ایک شہر میں ایک ریس کا میدان گرم ہے۔ دفتروں میں شام ہونے سے پہلے کلرک چاہتا ہے کہ جیب بھرے، اس وقت فلسفہ، شاعری اور فائن آرٹس کا مقصد بھی دولت کمانا اور شہرت حاصل کرنا ہے، اور ولایت میں تو روحانیت کا مقصد بھی دولت کمانا اور شہرت حاصل کرنا ہے اور ولایت میں تو روحانیت کا مقصد بھی یہی بن گیا ہے کہ دولت حاصل ہو۔

سکّہ کے اخلاق

آپ جس چیز سے محبت کریں گے، اس کا عکس آپ پر ضرور پڑے گا، آج روپیہ کی محبت کا عکس بھی پوری انسانیت پر پڑ رہا ہے، روپیہ کی بے وفائی اور اس کا تلوّن آج ہمارے دماغوں اور دلوں میں گھس چکا ہے، سارا دھیان گیان آج اس سکہ کے دھیان میں مٹ چکا ہے، ہم میں سکہ کی خاصیت، یعنی سختی، تلوّن اور بے وفائی پائی جا رہی ہے، ساری عمر کی کوشش کے باوجود اور

Marfat.com

روپیہ زیادہ سے زیادہ کمانے پر بھی آج دنیا کو وہ فائدہ نصیب نہیں ہوتا جو سکہ کا مقصد تھا کیونکہ انسانی ہمدردی اور جذبۂ خدمت کے بغیر سکون کی دولت حاصل نہیں ہو سکتی، انسانوں کی حق تلفی انسانیت کا خون ہے، آئیڈیل کی حکومت ہر زمانہ میں رہی مگر کسی زمانہ میں بھی انسانی زندگی کا یہ آئیڈیل رہا ہے کہ دولت کے حصول کی خاطر انسان کا نازک دل بھی ملے تو اس کو روندتا چلا جائے۔ انسانی اخلاق آج ہم سے رخصت ہو گیا، سکہ کے نام پہ آج انسان انسان کا دشمن بنا ہوا ہے۔

تاجر اور خریدار

آج بھائی بھائی کو گاہک یا خریدار کی نظر سے دیکھتا ہے اور ساری دنیا دو گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے ایک تاجر اور دوسرا خریدار، آج دنیا کو اصرار ہے کہ ساری زندگی اسی بازار میں گزارے۔ انسانوں نے انسانوں کے دلوں میں گھر کرنا، دلوں کو آباد کرنا، صورتوں پر نظر ڈالنا اور باہمی رشتوں کو قائم رکھنا اور ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنا بالکل ختم کر دیا، اس دنیا میں گویا سارے رشتے ختم ہو چکے، تمام جذبات سرد پڑ گئے اور ساری محبتیں اٹھ چکیں اور اب ایک تاجر دوسرا خریدار بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہے اور ایک دوسرے کی جیب پر نظر جمائے ہوئے ہے، اس دولت نے اولاد کے دلوں سے والدین کی محبت نکال دی، چیلوں کے دلوں سے گروؤں اور استادوں کی عظمت ختم کر دی، ماں باپ کے دلوں سے اولاد کی شفقت کھو دی اور ساری زندگی ایک دکان بن کر رہ گئی، بے لوث ہمدردی اور خدمت کا جذبہ نیست و نابود ہو چکا اور حقیقی لطف اب زندگی سے اٹھ چکا، ہر شخص دوسرے کو گاہک کی نظر سے دیکھتا اور سوچتا ہے کہ کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر دنیا میں صرف دوکاندار اور گاہک ہی بستے ہوں تو کیا خاک لطف زندگی ہو۔

۱۹۴۷ء سے پہلے انگریزوں کے دورِ حکومت میں ایسے استاد دیکھنے میں آئے جو پڑھانے کا بل بنا کر دیتے تھے اور ایک کلکٹر صاحب نے جن کا لڑکا ان کے پاس آ کر ٹھہرا تھا، اس کے قیام کا بل بھی بنا کر دیدیا تھا، اب تو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا ہے کہ بے جان اور بے زبان چیزیں بھی بل پیش کرنے لگیں، درخت اپنے سایہ میں کھڑے ہونے کا بل بنانے لگیں، زمین اپنے اوپر چلنے کا معاوضہ نہ طلب کرنے لگے، یہ زندگی کیا ہے' ایک منڈی بن گئی ہے' لیکن ساری زندگی منڈی میں کیونکر گذرے

دولت کا ضرورت سے زائد احترام

سب سے پہلے ہماری نظر جب کسی پر پڑتی ہے تو اس کے لباس' معیارِ زندگی اور مالی حیثیت کو دیکھتے ہیں، اس کے اخلاق اور اس کی انسانیت کی ہمارے بازار میں کوئی قدر و قیمت نہیں' آج انسان بالشتیوں کی طرح ایک سونے کے پہاڑ کے گرد چکر لگا رہے ہیں، مگر میں پوچھتا ہوں کہ آج ہمیں کون سی چیز زندگی کی حقیقی خوشی اور لذت سے آشنا کر رہی ہے۔

پیغمبروں نے انسانوں کو بتلایا تھا کہ اگر تم نے اپنے کو دنیا کے تابع کر لیا اور اپنی خواہشات کو اپنے اوپر مسلط کر لیا تو یہ ساری زندگی غیر فطری اور بدنظم ہو جائے گی اور ایک ایسی انارکی پھیلے گی کہ یہی دنیا تمھارے لئے جہنم بن جائے گی۔ اگر انسان نے اپنے کو نہیں پہچانا تو وہ اپنے مقام سے گرتا چلا جائے گا اور انسانیت تباہ و برباد ہو گی

مقام انسانیت

قرآن شریف میں بتلایا گیا ہے کہ انسان کو پیدا کر کے فرشتوں کو اس کے آگے جھکایا گیا، جس سے

Marfat.com

یہ سبق ملتا ہے کہ انسانیت کی یہ ایک تذلیل ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے سوا کسی کے سامنے جھکے، جب کہ خدا کے بعد اس کے فرشتے ہی سب سے زیادہ جھکنے کے قابل تھے، کیونکہ وہ اس عالم کے کارپرداز ہیں، وہ اللہ کے حکم سے بارش لاتے ہیں، ہوائیں چلاتے ہیں، جس طرح ایک حاکم اپنے نائب کا، اپنے اہل کاروں سے تعارف کراتا ہے، اسی طرح خدا نے انسان کے آگے فرشتوں کو جھکا کر ایک تعارف یا انٹروڈکشن کرایا کہ انسان کی نسل کو قیامت تک کے لئے یہ سبق یاد رہے کہ وہ بجز خدا کے کسی کے آگے جھکنے کے قابل نہیں، مگر انسان اپنی ہستی اور ذات کو فراموش کر کے انسانیت کی تذلیل اور خون کر رہے ہیں۔

انسان کا اصل دشمن

جنگی تاریخیں صاف بتلاتی ہیں کہ بجز ہوس کی آگ، نفس کی آگ اور پیٹ کی آگ کو بجھانے کے اور کوئی اہم مقصد حکومتوں کے سامنے نہیں رہا، کسی سیارے اور کسی مریخ سے کوئی دشمن نہیں اترا، باہر سے کوئی ستانے کے لئے نہیں آیا، کسی دوسرے ملک سے بھی ہمیں تباہ کرنے کے لئے کوئی نہیں آیا، بلکہ جو کچھ ہماری مصیبتیں ہیں، وہ ہمارے ہی ہاتھوں کی لائی ہوئی اور ہماری اخلاقی پستی کا نتیجہ ہیں۔

آپ سے پہلے جو قومیں دنیا میں تباہ ہوئیں ان پر کسی مرض یا وبا سے تباہی نہیں آئی، بلکہ وہ اپنے اخلاق کی خرابی، دولت پرستی اور کیریکٹر کی گراوٹ سے تباہ ہوئیں، سیاسی پارٹیاں چاہے جو مرض اور بیماری بتلائیں مگر میں تو یہی کہتا ہوں کہ اصل بیماری انسانیت کی تباہی اور اخلاقی پستی ہے

آنکھوں کی ہوس

میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی ماہر اقتصادیات یہ ثابت کرے کہ جتنی پیداوار ہے اس سے زیادہ

Marfat.com

آبادی ہے، کیونکہ اللہ نے جس انسان کو پیدا کیا ہے، اس کا رزق بھی پیدا کیا ہے، مگر آج انسان کی ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ چاہے ایک سیر نہ کھا سکے، مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے، یہ آنکھوں کی ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی، آج فرضی ضرورتوں کی فہرست اتنی طویل ہو چکی ہے کہ جس کی تکمیل کبھی ہو ہی نہیں سکتی، ہماری ضرورتوں کا پورا کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے، مگر اللہ نے یہ ذمہ نہیں لیا کہ آپ چار موٹروں کی ہوس کریں، آپ سینما کی ہوس کریں، آپ روپیہ جمع کرنے کی ضرورت سمجھیں۔ آج اگر انسانوں میں سکون پیدا ہو سکتا ہے، اگر زندگی بہترین ہو سکتی ہے، تو اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ ایک اچھا قانون تلاش کریں۔

مذہب کو کسی سفارش کی ضرورت نہیں

مذہب کو کسی سفارش کی ضرورت نہیں، جو لوگ مذہب کو ایک مظلوم کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، میں ان لوگوں میں نہیں، ہماری مصیبتیں، ہماری پریشانیاں ہمیں اس بات پر خود مجبور کرتی ہیں کہ ہم مذہب کو اپنائیں۔ آپ کب تک ضد کریں گے اور کب تک اپنی آنکھوں میں خاک ڈالے رہیں گے آخر آپ کو اپنی اس بے لطف اور تلخ زندگی کا چسکا کب تک پڑا رہے گا، آج میں دعوے کیساتھ کہتا ہوں کہ کوئی قانون اور کنٹرول انسان کو بداخلاقی اور جرائم سے نہیں روک سکتا، بلکہ خدا کا خوف، اس کا مذہب سے تعلق، انسانوں سے محبت ہی ہماری بیماریوں کا واحد علاج ہے۔ آج افسوس یہ ہے کہ اس لمبے چوڑے ملک میں جس میں کروڑوں انسان بستے ہیں اور بڑے سے بڑے انسان ہیں جو ہمارے لئے قابل فخر ہیں مگر اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے اور روحانی اور انسانی زندگی کو رواج دینے کے لئے کوئی تحریک اور کوئی جماعت نظر نہیں آتی۔

ہم نے بہت انتظار کیا اور آخر یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ ہم سے بن پڑے اس کو شروع کر دیں۔

آزادی کی حفاظت

میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ آزادی حاصل کرنا تو بہت اچھا ہے، مگر اس کو برقرار رکھنا اس کے بغیر ناممکن ہے کہ ہماری اخلاقی حالت درست ہو اور ہماری زندگی میں انسانیت زندہ ہو۔ دنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ کوئی ملک اور کوئی حکومت بغیر اخلاقی ترقی اور انسانیت کی بقا کے قائم نہیں رہ سکتی۔

آج یہ کام ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لیے ضروری ہے، آپ اس یقین کے ساتھ اس سے تعاون کریں کہ بغیر ایک بے لوث خدمت کے جذبہ اور اخلاقی بلندی اور انسانیت کی بیداری کے ہماری زندگی کی مصیبتیں دور نہیں ہو سکتیں۔

یورپ زندگی سے مایوس ہے

یورپ جو آج دنیا کا امام بنا ہوا ہے، اپنی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ زندگی سے مایوس ہو رہا ہے اور زندگی کے حقیقی لطف اور اصل سکون سے محروم اور خالی ہاتھ ہے اور اپنی مادہ پرستی سے بد دل ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کا فرض منصبی

مسلمانوں سے میں صاف کہتا ہوں کہ آپ کو جتنا اصرار خدا کی وحدانیت پر، خدا کی ذات پر اور خدا کے دین پر ہے اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ دنیا میں اس اعلان کو عام کرتے اور اس دبی ہوئی حقیقت کو ابھارتے، دوسرے بھائیوں کو یہ بھولا ہوا سبق یاد دلاتے، مگر آپ نے تو اس کی فکر تک نہ کی، آپ دوسرے ملکوں پر نظریں لگانا چھوڑ دیں۔ اپنے اسلاف کی تاریخ پر نظر ڈالیے کہ اسپین

میں لنگر انداز ہونے پر جب طارقؒ نے اپنے جہازوں کو آگ لگوادی۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو تلوار پر ہاتھ ڈال کر جواب دیا کہ جو بزدل جہازوں کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو وہ ناامید ہو جائے، لیکن ہمارا معبود تو صرف ایک اللہ ہے جو حیّ و قیوم ہے۔ ہم اس کے پیغام کو لے کر آئے ہیں اور اب ہمیں اسی ملک میں جینا اور مرنا ہے، آپ اس ملک میں توحید کا تحفہ دے سکتے ہیں اور یہ تحفہ قبول کرنے کے قابل ہے، میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ تم اس ملک میں رہنے کا فیصلہ کرو۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر تم اس ضرورت کو محسوس کرو۔

ہر چیز اپنے مقام سے ہٹی ہوئی ہے

اس ملک کا سدھار اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بے لوث خدمت، صحیح جذبہ، اخوت و مساوات اور انسانی ہمدردی کا جذبہ نہ پیدا ہو، انسان کی زندگی کا اصل مقام اور حقیقی مقصد خلیفۃ اللہ (خدا کا نائب) ہونا ہے، مگر تم ایک سکہ کے پاؤں تلے اپنا سر رکھنے لگے۔ تم نے سکہ کو جیب میں جگہ دینے کے بجائے اپنے دلوں میں اور دماغوں میں جگہ دی، گھر گھر جو شوالہ اور مسجد بنی ہوئی ہے، وہ روپئے کا شوالہ اور مسجد ہے، جہاں روپئے کی پرستش ہو رہی ہے خدا کے نائب اور سچے پرستار بن جاؤ۔ اس زندگی کی چول بیٹھ جائے گی، تم اپنے مقام پر آجاؤ، ہر چیز اپنے مقام پر آجائے گی۔

Marfat.com

Marfat.com

دُنیا کی موجودہ کشمکش یہ نہیں کہ بُرائی دُور ہو بلکہ یہ کہ بُرائی ہماری نگرانی اور انتظام میں ہو

یہ تقریر یکشنبہ ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۵۴ء کو مئو ضلع اعظم گڑھ میں (جو ایک بڑا صنعتی مرکز ہے) ہندو مسلمانوں کے ایک مشترک جلسہ میں کی گئی جس میں مختلف سیاسی پارٹیوں اور عقیدوں کے لوگ شریک تھے۔

Marfat.com

Marfat.com

ہمت شکن تجربے

اس وقت دنیا کی تقسیمیں بڑی بے رحم ہیں، پہلے قوموں اور سلطنتوں نے ملکوں کو بانٹا تھا، مگر اب سیاسی تحریکوں نے قوموں اور محلّوں کو بانٹ دیا ہے، مذہب کی آڑ میں ایسے فتنے نہیں تھے، جتنے آج کی مہذب دنیا اور جمہوری دور میں نظر آرہے ہیں، آج کے سیاسی پلیٹ فارم لوگوں کو جدا کرنے کے لئے یا اپنے گروپ بڑھانے کے لئے مخصوص ہیں، لیکن اب بھی بے غرضی سے پکارا جاتا ہے تو لوگ اب بھی .... جواب دینے کو تیار ہیں، ابھی اس کا امکان ہے کہ سیاسی پلیٹ فارم کے علاوہ بھی لوگ جمع ہو جائیں، ہم نے خالص انسانی مسئلوں پر غور کرنے کی دعوت دی، ہمارا دل بہت خوش ہے کہ آپ نے دعوت قبول کی، آپ کا سیاسی تحریکوں سے گھبرانا تعجب نہیں، انسان اپنے تجربوں ہی سے نتیجہ نکالتا ہے، آدمی بار بار جن چیزوں کو ہوتے دیکھتا ہے اس سے قاعدہ بنا لیتا ہے۔ آج اغراض کے لئے جمع کرنے کی عادت ہے، آپ ہم پر بھروسہ کریں۔ ہم کسی پارٹی کے ماؤتھ پیس (MOUTH PIECE) یا لاؤڈ اسپیکر نہیں ہیں، ہمارے سامنے خالص انسانیت کا مسئلہ ہے۔

سب ٹھیک ہو رہا ہے لیکن میرے اہتمام سے ہونا چاہیئے

دوستو! اس وقت کا انسان اصل بگاڑ سے آنکھیں بند کر کے کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہو رہا ہے، لیکن میرے اہتمام سے ہونا چاہیئے۔ جو کچھ ہو میری نگرانی اور چودھراہٹ میں ہو۔ بداخلاقی بے مروتی، چور بازاری، دولت سمیٹنے کی ہوس سب ٹھیک ہے لیکن اس کی تولیت (TRUSTEESHIP) ہمارے سپرد ہو تو خوب ہے، آج سب کے دل کی خواہش یہی ہے اور جب بھی کسی کے ہاتھ میں انتظام آیا ہے تو اس نے لوٹ پھیر کر وہی نظام قائم رکھا اور تھوڑی سی

ترمیم کے بعد بات وہیں رہی جہاں تھی۔ بگاڑ کے سمجھنے میں مختلف پارٹیوں میں کچھ زیادہ بنیادی اختلاف نہیں۔ کوئی نہیں کہتا کہ وہ سب کچھ جو ہو رہا ہے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ سب کا کہنا یہ ہے کہ جو ہو رہا ہے ہمارے ماتحت اور ہماری سرپرستی میں ہونا چاہیئے۔ گویا اس پر اعتراض نہیں کہ کارخانہ غلط ہے بلکہ اس پر غصہ ہے کہ ہمارا سایہ اس کے سر پر نہیں۔

یورپ اور ایشیا میں آج یہی جذبہ کام کر رہا ہے

دنیا کی بڑی جنگیں اسی بنیاد پر لڑی گئیں، فرانس، انگلستان، جرمنی، روس اور امریکہ وغیرہ سب اسی جذبہ کو لیکر اٹھے۔ انھوں نے لفظوں کو آڑ بنا کر یہ مطالبہ کیا کہ نوآبادیات (COLONIES) کا انتظام دوسروں کے سپرد کیوں ہے، اور دوسری ہی قوم ہمیشہ کیوں حاوی رہے۔ انسانیت کے درد سے بے قرار ہو کر ان میں سے کوئی نہیں اٹھا تھا، ان میں کوئی حضرت مسیحؑ کا مذہب جاری کرنے اور دنیا کے ساتھ انصاف کرنے، فسق و فجور، فحاشی اور عیاشی اور ظلم اور زیادتی مٹانے نہیں اٹھا تھا، نہ انگریز، نہ جرمن، نہ روس، نہ امریکہ، انھیں اچھے برے، ظلم و انصاف، حق و باطل سے کچھ بحث نہ تھی، حاشا و کلا انھوں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ہم دنیا کو صحیح نظام زندگی دیں گے اور انسانیت کی خدمت کریں گے، ان کے پیش نظر یہ تھا کہ ہم لوگ سونے چاندی کی گنگا بہائیں گے اور ملکوں کے ذخیروں اور دولتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ وہ دنیا پر اپنی اجارہ داری (MONOPOLY) قائم کرنا چاہتے تھے، یہ سب ایک نظام زندگی پر ایمان لائے تھے کہ تمام دنیا کو پامال کر کے انسانوں کی لاشوں پر عیش و عشرت کی محفل رچائیں گے اور آدمیت کے ملبہ پر اپنی شان و شوکت کا محل تیار کریں گے۔ سب ترسے ہوئے ندیدے، دولت کے بھوکے خواہشات کے غلام، شرابخوار، قمار باز خدا کو بھولے ہوئے، فطرت صحیح کے خلاف بغاوت کرنے والے تھے، دل رحم سے خالی، انسانیت

Marfat.com

کے درد سے عاری، انھیں کے نقشِ قدم پر آج قوم اور ملک، ذاتیں اور برادریاں، سیاسی پارٹیاں، قومی ادارے اور قوم پرست حکومتیں چل رہی ہیں۔ سب کا جذبہ یہ ہے کہ ہم اور ہمارے رفیق اور ساتھی اور عزیز و احباب موج کریں۔ وہ موجودہ حالت کو ACCEPT کر لیتے ہیں۔ ان کو صورتِ حال سے کوئی اختلاف نہیں، صرف ان لوگوں سے اختلاف ہے جن کے ہاتھ میں باگ ڈور ہے۔ وہ دنیا بدلنا نہیں چاہتے صرف اس کی امامت و قیادت (LEADERSHIP) بدلنا چاہتے ہیں، ان کی کوشش صرف یہ ہے کہ دوسروں کی جگہ پر ہم آجائیں۔ آپ کے یہاں مقامی انتخابات ہوتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ، میونسپلٹی، ٹاؤن ایریا وغیرہ کے نئے نئے انتخابات میں نئے نئے لوگ آتے ہیں، لیکن کیا کوئی نئی ذہنیت، نیا اصولِ زندگی، نیا جذبۂ خدمت اور نیا جذبۂ اصلاح لے کر آتا ہے، کیا کوئی نیا بورڈ، نئی کمیٹی بداخلاقیوں کی روک تھام کرتی ہے، انسانوں کی بے لاگ خدمت کرتی ہے، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ، یہ سب ایک ہی ذہن، ایک ہی اصولِ زندگی اور ایک ہی جذبہ لیکر آتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ صورتِ حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، زندگی کی خرابیاں اور سوسائٹی کے جھول جوں کے توں رہتے ہیں۔

پیغمبروں کا مطالبہ، زندگی کا نقشہ غلط ہے

اس کے برخلاف پیغمبر کہتے ہیں کہ سرے سے زندگی کا نقشہ غلط ہے، اسے ادھیڑ کر پھر سے بناؤ، اس میں پھر سے رنگ بھرو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ایک شیروانی سلی سلائی لے لی، وہ اس کے جسم پر چسپت نہیں ہوتی، وہ اس کو ادھر ادھر سے کرتا ہے، کھینچتا ہے، پیغمبر کہتے ہیں کہ یہ بخیے غلط لگ گئے ہیں۔ جب تک یہ بخیے رہیں گے اس میں جھول ہی جھول رہیں گے، اسے ادھیڑ کر پھر سے بناؤ۔

Marfat.com

قوموں کو رشوت دی جارہی ہے

آج ساری دنیا نے انسان کو اپنی خواہشات میں آزاد مان لیا ہے' ان غلط خواہشات کے خلاف جذبہ پیدا کرنے کے بجائے آج ساری پارٹیاں اسے رشوت دے رہی ہیں' خواہشات کی رشوت' اخلاقی رشوت اور ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر کہہ رہی ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں نظامِ حکومت آگیا تو ہم تمہاری خواہشات کو پورا کریں گے اور تم کو عیش و ترقی کا پورا پورا موقع دیں گے۔ اگر اپنی خواہشات کی تکمیل اور آزادی چاہتے ہو تو ہمیں ووٹ دو' آج ہر ایک یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اقتدار پاکر تمہارے تعیشات میں اضافہ کریں گے' تمہارا معیارِ زندگی اونچا کریں گے' گویا انھوں نے مٹھائیاں دے کر بچوں کی عادتیں بگاڑ دیں' انھوں نے ان کو مٹھائیوں پر لگا دیا۔ دنیا کے انسان بچہ ہیں' پارٹیاں اور حکومتیں انھیں خواہشات کی ہوا دے رہی ہیں' اور ان کی عادتیں بگاڑتی جارہی ہیں' انسان کا یہ حال ہے کہ جتنا اسے دیئے جاؤ وہ اور مانگتا جاتا ہے' فلم آتے ہیں تو اس کی ہوس اور بڑھتی ہے' یہ اور زیادہ ہیجان (EXCITEMENT) چاہتا ہے اور زیادہ عریاں تصویریں مانگتا ہے' یہ دنیا کے منتظم انسانی خواہشات پر لگام نہیں لگاتے' بلکہ ان کی ہوس کے مطابق دیتے جاتے ہیں۔

پیغمبروں کا یہ راستہ نہیں' وہ خواہشات میں توازن و اعتدال پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش غیر فطری ہے' پیغمبر کہتے ہیں کہ انسانوں کا چٹورپن خطرناک ہے' اس کو چھڑانا چاہیئے' چاہے بچے کا دل برا ہو' چاہے وہ کچھ دیر روئے اور مچلے اس کو برداشت کرنا چاہیئے اور صحیح راستہ پر لگانا چاہیئے۔ یہ غلط فلسفہ ہے کہ خواہشات کو بریک نہ لگایا جائے' اور ان کو شہ دی جاتی رہے۔ اور جب ان کا فساد ظاہر ہو جائے تو پھر حیرت سے دیکھا جائے اور شکایت کی جائے

Marfat.com

مُنھ زور اور بے لگام گھوڑوں کی ریس

سیاسی پارٹیوں کا نظام غلط ہے کہ اس زندگی کے نظام کو قبول کر لیا جائے، منھ زور گھوڑا، بے لگام اور غلط رو گھوڑا انسانیت کی کھیتی کو روندتا چلا جا رہا ہے، آج تمام پارٹیاں اس کا سائیس بننا چاہتی ہیں، منھ زور بے لگام گھوڑوں کی ریس ہے کیا ان کے سامنے انسانی ضمیر کی کوئی قیمت ہے؟ انسانی ہمدردی کا کوئی جذبہ ہے؟ یورپ اور امریکہ ہمدردی اور مساوات کا نام لیتے ہیں۔ ان کی ہمدردی کے پیمانے ہم سب کو معلوم ہیں، بے چارے باہر سے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں اور اندر وہی ہوس کا بھوت ہے، ظلم کے وہاں بڑے عجیب و غریب طریقے ہیں۔

حکومت اور عہدہ کا کون اہل ہے؟

دوستو! ہم کہتے ہیں کہ زندگی کا راستہ منزل سے بہت دور جا پڑا، جب تک خدا کا یقین (BELIEF) نہ پیدا کیا جائے سدھار نہیں ہو سکتا۔ اس کے بغیر ہم ظالم کو محتاط اور ہمدرد نہیں بنا سکتے ہیں، میں آئل ٹپ آپ کے سامنے نہیں آ گیا، اس مطالعہ کے بعد کہہ رہا ہوں کہ جب تک آپ یقین نہ پیدا کریں انسانیت کے اصلی ماڈل (MODEL) تک نہیں پہنچ سکتے، اس کے اندر سے عزت و عہدہ کی محبت، دولت کی محبت نکال دیجئے اور ایثار و قربانی اور دوسروں کے لئے گھلنے کا جذبہ پیدا کیجئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ عہدہ اسے ملے گا جو اس کا خواہشمند نہ ہو، وہاں یہ QUALIFICATION تھی، آج اس کے برخلاف بے حیائی سے خود اپنی قصیدہ خوانی کر کے حکومتیں بنائی جاتی ہیں، صحابہ کرام اس سے بھاگتے تھے۔ حضرت عمرؓ معافی چاہتے ہیں کہ اس ذمہ داری کے بوجھ سے مجھے معاف رکھا جائے۔ انھیں مجبور کیا جاتا تھا کہ آپ دست بردار

Marfat.com

ہو گئے تو کون انتظام کرے گا؟ وہ جب تک کرتے تھے اسے بڑی ذمہ داری اور بوجھ سمجھتے تھے، اور جب سبکدوش ہوتے تو بڑا سکون (RELIEF) محسوس کرتے تھے حضرت خالدؓ کو سپہ سالار اعظم (COMMONDER IN CHEAF) بنایا گیا تھا۔ سب طرف ان کی دھاک بیٹھی تھی، عین محاذ پر ایک معمولی سا پرچہ مدینہ سے آتا ہے کہ خالد برطرف کئے جاتے ہیں، اور ان کی جگہ ابو عبیدہ مقرر کئے جاتے ہیں، تو ذرا بھی ملال نہیں ہوتا، بڑی فراخ دلی سے کہتے ہیں کہ اگر میں اس کام کو عبادت و فرض سمجھ کر کرتا تھا، تو اب بھی انجام دوں گا اور اگر عمرؓ کے لئے کرتا تھا تو اب بھی انجام دوں گا اور اگر عمرؓ کے لئے کرتا تھا تو کنارہ کش ہو جاؤں گا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہ اسی ذوق و شوق سے اپنے کام میں مشغول رہے اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

جاہ طلب سیاسی

آج سیاسی پارٹی سے کسی کو الگ کر دیا جاتا ہے تو پہلے تو نکلنے کا نام نہیں لیتا اڑا رہتا ہے فتنہ مچاتا ہے، اور اگر الگ ہونا ہے تو دوسری سیاسی پارٹی بنا لیتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ عزت کی ہوس دولت کا شوق اور بڑائی کا خیال دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے، بس جب تک موجودہ زندگی کا سانچہ نہیں بدلتا سدھار مشکل ہے۔ میں آپ کو صاف صاف زندگی کی حقیقتیں بتلا رہا ہوں خدا کا خوف اور اس کی رضا کا شوق پیدا کیجئے، روحانی اور اخلاقی زندگی پیدا کیجئے۔ زندگی سے لطف اندوز ہونے (EN JOY) کرنے کا شوق جو زندگی کا آئیڈیل (IDEAL) بن گیا ہے، اسے چھوڑ دیئے۔

انسانی ضروریات کی فہرست بہت طویل نہیں

انسانی ضروریات کی فہرست بہت لانبی نہیں، فضولیات (LUXURIES) کی فہرست

بہت لانبی ہے، سب نے اپنی بنیاد LUXURIES پر رکھی ہے، زندگی کے تعیش کو مقصود بنالو، معدہ اور نفس کو معبود مان لو، خدا کو نہ مانو، اس کی بالادستی کا انکار کرو، انسانوں کو ایک ترقی یافتہ جانور تسلیم کرو اور اس کی زیادہ سے زیادہ خواہشات کو پورا کرو، یہ سب اسی کا فساد ہے، جب تک یہ بنیاد باقی ہے ہزار کوششوں کے باوجود سدھار ناممکن ہے، کسی شہر اور ملک کی تو کیا ایک میونسپلٹی کے رقبہ کی بھی اصلاح نہیں ہو گی۔

خراب اجزا اور اکائیوں سے اچھا مجموعہ تیار نہیں ہو سکتا

آج انسانی افراد اور سوسائٹی کے اجزا خراب اور ناقص ہیں، غلط بنیادوں پر ان کا اٹھان ہوا ہے اور غلط طریقہ پر ان کی تربیت اور نشوونما ہوا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ آج سارے انسانی مجموعے خراب و ناقص اور کمزور ہیں، جماعتیں افراد سے بنتی ہیں۔ جب تک افراد درست اور صالح نہیں ہوں گے جماعتیں اور جماعتی کام کیسے درست ہو سکتے ہیں، افراد کا سوال چھیڑا جائے تو لوگ چڑتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں اور اس مسئلہ کو ٹال دینا چاہتے ہیں، اور اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ اجتماعی حالت میں یہ نقص خود بخود دور ہو جائے گا، عجب لطیفہ ہے کہ جب اینٹیں کھنٹہ سے نکلیں تو کہنے والے نے کہا کہ یہ پیلا ہے، یہ کھنجر ہے، یہ اینٹیں اچھی نہیں، یہ عمارت کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گی۔ آپ نے جواب دیا محل بن جانے دو وہ سب اینٹیں اچھی ہو جائیں گی، لیکن خراب اور ناقص اجزا سے ایک اچھا مجموعہ کیسے تیار ہو سکتا ہے؟ بہت سے خراب ممبروں سے ایک اچھی باڈی (BODY) کیسے بن سکتی ہے، خراب تختوں سے ایک اچھا جہاز کیسے بن سکتا ہے، ہم کہتے ہیں، یونٹ (UNITS) خراب ہیں، مسالہ (MATERIAL) خراب ہے، اس سے اچھی گورنمنٹ کیسے بنے گی؟ آج ساری دنیا میں یہی ہو رہا ہے، MATERIAL تو کوئی نہیں

Marfat.com

دیکھنا اور نتیجہ کو دیکھ کر کوفت ہے۔ کیا یہ ناسمجھی کی بات نہیں، پیغمبر تختے بناتے ہیں، یونٹ (UNITS) بناتے ہیں، ان کی تعمیر پائیدار، صالح اور جاندار ہوتی ہے، وہاں دھوکا نہیں ہوتا۔ آج تعلیم گاہوں میں بھی اس حقیقت کو نظرانداز کیا جا رہا ہے، یقین اور اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کہیں نہیں کی جا رہی ہے، افراد کی تربیت کا انتظام کہیں نہیں، ہر جگہ غیر تربیت افراد کے کھیپ کے کھیپ نکل رہے ہیں، آج طالب علم ہر کام کر سکتا ہے، اس لئے کہ اس کی کوئی تربیت نہیں کی گئی، میونسپلٹی میں کون لوگ ہیں؟ ڈسٹرکٹ بورڈ میں کون لوگ ہیں؟ حکومت میں کون لوگ ہیں؟ سارے نظام پر اس طرح کے لوگ حاوی ہیں۔ انھیں کے ہاتھ میں زندگی کی باگیں ہیں۔ آج اکثر انسان انسان نہیں، انسان نما ہیں۔

حقیقت ظاہر ہو کر رہتی ہے

حقیقت ظاہر ہو کر رہتی ہے چاہے اس پر کتنا ملمع چڑھاؤ، گدھے نے شیر کی کھال پہن لی تھی، لیکن جب خطرہ سامنے آیا تو ہیبت سے اپنی بولی بول دی، آج سب جگہ یہی ہو رہا ہے۔ اندر کی چیز باہر آ رہی ہے، آپ میں سے بہت سے بھائی انتھک کوشش کر رہے ہیں، آپ میں سے بہت سے مخلص (SINCERE) ہیں، لیکن کیا کبھی آپ نے نیچے سے سدھار کی کوشش کی، لوگ پارٹی کے اقتدار کے پیچھے پڑے ہیں، لیکن کرنے کا کام یہ تھا کہ آدمیت کا احترام پیدا ہو، خدا کا خوف پیدا ہو۔

خدا کی بستی دکان نہیں ہے

خدا کی بستی کو دکان سمجھ لیا گیا، ہر ایک دوسرے سے گاہک سمجھ کر معاملہ کرتا ہے، یہ تاجرانہ

ذہنیت تباہ کن ہے' آج سب طرف لینا ہی لینا عام ہے، کہیں استاد شاگردوں کی کشمکش' کہیں مزدوروں اور کارخانہ داروں میں چپقلش یہ سب کیوں؟ یہ سب اسی تاجرانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے۔ پیغمبر کہتے ہیں کہ سب کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں اور سب کے ذمہ فرائض ہیں' فرائض ادا کرنے میں مستعد ہوں اور حقوق حاصل کرنے میں فراخ دل، ہم یہی کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی یہی کرنے لگیں تو فضا بدلے گی، زندگی کا لطف آئے گا، آج لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے' ہر ایک کی نگاہ تجوری پر ہے انسان کی مجبوری پر نہیں۔

ہمارا پیغام

ہم اپنے پیغام کو ہر پارٹی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں' اور ہمارا وجود ہر پارٹی سے زیادہ ضروری ہے' کیوں کہ ہمارا کام ہو گیا تو انسانیت کا مہکتا ہوا گلدستہ بنے گا، آج کانٹے پیدا ہو رہے ہیں' آج انسان عنقا ہے' ہم کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی بہار لاؤ، انسانیت کو نکھارو' آج انسانیت کے درخت سے کانٹے اور کڑوے کسیلے پھل پیدا ہو رہے ہیں' آپ انسانیت کے میٹھے پھل پیدا کیجئے' ہم آپ کے کاموں میں روڑا اٹکانے نہیں آئے' ہم یہ کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی خبر لیجئے' ہم اس بگڑی ہوئی دنیا کے خلاف خلش پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کاش یہ چبھن پیدا ہو' یہ پیغمبروں کا کام اور ان کا پیغام ہے' ہم اسے یاد دلانے آئے ہیں' کوئی دماغ تک رہ جاتا ہے، کوئی پیٹ تک پہنچ جاتا ہے' کوئی کپڑوں اور مکان میں اٹک کر رہ جاتا ہے لیکن مذہب خدا کے یقین اور محبت کے ساتھ دل میں اتر جاتا ہے' وہ آنکھوں کی کھٹک اور جلن دور کرتا ہے' آنکھوں کی سوئیاں نکالنا پیغمبروں ہی کا کام ہے، انھیں کی محنتوں سے دل کی پھانسیں نکلیں اور قلوب کو اطمینان ملا۔

Marfat.com

ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم نے پیغمبروں کے کام اور پیغام کی بڑی ناقدری کی، تم مجرم ہو، تم اصل سرمایہ کو چھوڑ کر ذلیل سرمایہ داروں کے ایجنٹ بن گئے، تم نے بھی تاجرانہ ذہنیت اپنا لی اور بیوپاری بن گئے، تمھاری حیثیت بیوپاری اور ملازم کی نہیں تھی، تم یہاں داعی کی حیثیت سے آئے تھے، تم نے داعیانہ حیثیت اور اپنے آنے کا مقصد کھو دیا، تم دعوت و محبت کے پیام کے ساتھ جیتے تو عزت سے جیتے اور کامیاب و بامراد جیتے رہتے، اب تمھاری فلاح اسی میں ہے کہ تم اپنی کھوئی ہوئی حیثیت اختیار کرو۔ دنیا کی فلاح اس میں ہے کہ وہ پیغمبروں کے پیغام کی قدر کرے، سیاسی پارٹیاں اور مختلف جماعتیں قیادت کی جنگ اور غلبہ واقتدار کی کشمکش چھوڑ کر زندگی کے اس بگڑے ہوئے نقشہ کو بنانے کی کوشش کریں اور اپنے اپنے متعلقین اور دوستوں کے بجائے ساری انسانیت کی فکر کریں کہ اس کے سدھار کے بغیر کسی کو چین اور امن حاصل نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہیں
ان کی باہر تلاش ہے

یہ تقریر، ۲ر جنوری سنہ ۱۹۵۴ء کی شب میں
گورکھپور کے ٹاؤن ہال میں کی گئی،
حاضرین میں شہر کے تعلیم یافتہ ہندو مسلمان
حضرات تھے۔

Marfat.com

Marfat.com

ایک کہانی

دوستو! بچپن میں ایک کہانی سنی تھی۔ ایک صاحب سڑک پر کچھ تلاش کر رہے تھے، لوگوں نے پوچھا صاحب آپ کیا تلاش کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا جیب سے اشرفی گر گئی تھی، اسے تلاش کر رہا ہوں کچھ بھلے مانس بھی ان کے ساتھ تلاش میں لگ گئے، تھوڑی دیر کے بعد کسی نے پوچھا حضرت وہ اشرفی کہاں گری تھی؟ کہنے لگے گری تو گھر کے اندر تھی مگر مشکل یہ ہے کہ گھر میں روشنی نہیں ہے، سڑک پر روشنی ہے، اس لئے یہاں تلاش کر رہا ہوں۔

انسان کی سہولت پسندی

بظاہر تو یہ ایک افسانہ یا لطیفہ معلوم ہوتا ہے مگر واقعات کی دنیا میں دیکھیں گے تو یہی نظر آئے گا کہ جو چیز گھر میں کھوئی ہے، اس کی آج باہر تلاش ہے۔ بڑے بڑے میدانوں میں آج یہی ہو رہا ہے کہ گھر کی چیز باہر تلاش کی جارہی ہے، کوئی چیز کھوئی تو گئی ہے اپنے اندر مگر تلاش اس کی باہر ہے، کیونکہ باہر روشنی ہے، آج بہت سی ایسی چیزوں کی کمیٹیوں اور جلسوں میں تلاش ہے، سکون، امن، اطمینان اندر کی چیزیں ہیں لیکن ان کی تلاش باہر ہے، انسانیت کی قسمت اندر سے بگڑی ہے لیکن باہر اس کو بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، جس امن وسکون اور اطمینان قلب کی ہمیں ضرورت ہے، جس محبت کی فضا، ہمدردی کی فضا، اخلاق کی فضا کی ہمیں اور آپ کو ضرورت ہے، زندگی کا جو جوہر اور زندگی کا جو قیمتی سرمایہ آج مفقود ہے، وہ سب دل کی دنیا میں کھویا ہے، لیکن وہاں اندھیرا ہے، وہاں ہماری گزر نہیں، اس لئے ہم اس کو باہر ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہم نے بڑا ظلم کیا کہ پہلے ہم نے دلوں میں جانے کا راستہ کھویا، اب اس کی چیزوں کو باہر تلاش۔

رہے ہیں، آج دنیا کے اسٹیج پر یہی ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے، دل کی دنیا میں اندھیرا ہے، وہاں برسوں سے گھٹا ٹوپ اندھیاری ہے، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا، انسانی فطرت سہولت پسند ہے، اس نے کبھی یہ زحمت برداشت نہیں کی کہ دل کے اندر ڈوب کر کھوئی ہوئی قیمتی چیز کو تلاش کرلے، اس نے اس کو آسان سمجھا کہ باہر روشنی میں اپنے گم شدہ مال کو تلاش کرے، آج تو ملیں حیران ہیں، بڑے بڑے حکیم و دانا سرگرداں ہیں، لیکن اس کا سرا نہیں ملتا کہ ہمارا مال کھویا کہاں ہے لوگوں نے جب دیکھا کہ دل کا دروازہ نہیں ملتا اور اس پر بس نہیں چلتا، اس کو روشن اور گرم کرنے کا سامان ہمارے پاس نہیں تو انھوں نے دماغ کی طرف توجہ کی اور انسانوں کے معلومات بڑھانا شروع کردیئے جو بات آسان تھی وہ کرنے لگے۔ دماغ تک پہنچنا آسان تھا، انھوں نے دل کو چھوڑ کر دماغ کا راستہ اختیار کرلیا۔

آج ہر ایک اسی قافلہ کا شریک ہے، جو آ رہا ہے وہیں جا رہا ہے، دل کے اندر پہنچنے کی کوشش نہیں، دنیا کی چول جب تک اپنی جگہ پر نہ آئے سدھارنا ممکن ہے، گھر میں اندھیرا ہے تو روشنی باہر سے لانا پڑے گی اور گھر میں کھوئی ہوئی پونجی اور من کی لٹی ہوئی دولت کو وہیں تلاش کرنا پڑے گا، اگر ایسا نہ کیا تو زندگی ختم ہو جائے گی اور اس کا سراغ نہیں ملے گا۔

حقیقتوں سے کشتی نہیں لڑی جاسکتی

آج ضرورت تھی کہ ان حقیقتوں کو ابھارا جاتا، انسانوں کو زندگی کا مقصد بتایا جاتا، تعلقات درست ہوتے، انسان حیوانی سطح سے بلند ہوتے، ایک دوسرے سے محبت ہوتی، ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ ہوتا، ایک دوسرے کو بھائی کی نظر سے دیکھا جاتا، رقابت کی نظریں بند ہوتیں، اعتماد اور محبت کی نظریں پیدا ہوتیں، حقیقتیں گم ہو گئیں، سب سے بڑی حقیقت حقیقتوں کی جان

Marfat.com

یہ تھی کہ کسی نے اس دنیا کے کارخانے کو بنایا ہے، وہ اسی کی مرضی اور ہدایت کے مطابق ٹھیک ٹھیک چل سکتا ہے، اگر اس سے لڑنے کی کوشش کی جائے گی اور اس کی ہدایات (DIRECTIONS) کے مطابق کام نہیں ہوگا، تو کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا، گھڑی کی مثال لے لیجئے جو اس کا ماہر خصوصی (SPECIALIST) ہے اس کی ساخت سے واقف ہے، وہی اس کی کل درست کر سکتا ہے، کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم وفاضل ذہین اور فلسفی ہو، لیکن گھڑی اس کی ذہانت اور علم سے درست نہیں ہو سکتی، وہ تو ماہر فن کے چلانے سے چلیگی، یہ دنیا جس نے بنائی ہے، اسی کی ہدایت سے ٹھیک ٹھیک چلے گی، حقیقتوں سے کشتی نہیں لڑی جا سکتی، ان کے سامنے سر جھکانا ہی پڑیگا۔

انسان دنیا کا ٹرسٹی ہے

میں اس وقت آپ سے کچھ بے لاگ باتیں کرنا چاہتا ہوں، لعنت ہے ایسی زندگی پر جس میں کبھی سچی بات نہ کہی جا سکے، آج ہر آدمی فائدہ دیکھتا ہے اور فائدے کے پیش نظر سچ یا جھوٹ بولنے میں ذرا پس وپیش نہیں کرتا، دنیا میں ایسے آدمیوں سے سدھار ناممکن ہے، جو دو چار ایسے آدمی دنیا میں موجود ہیں، انھیں سے دنیا قائم ہے، جو ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں چاہے جان جائے۔

آج دنیا کے رخ پر جو نکھار اور تابانی ہے یہ ان حق گو پیغمبروں، اللہ کے بھیجے ہوئے انسانوں کے خونِ جگر کا نتیجہ ہے جنھوں نے انسانیت کی فلاح اور قیام کے لئے اپنی زندگیاں نثار کر دیں۔ اور اس طرح سے اس مقدس ورثہ اور گراں قدر متاع کے ہم وارث ہوئے۔ انسانیت کی نجات کا راستہ وہی درخشاں راستہ ہے جسے ان لوگوں نے دکھایا، آج بھی جب تک ہم یہ نہ سمجھیں کہ دنیا ہمارے لئے ہے اور ہم خدا کے لئے ہیں، ہم اس کے متولی (TRUSTEE) اور امین ہیں اور خدا کے سامنے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں، انسانیت کی مشکلیں حل نہیں ہو سکتیں، یہ تھا راستہ مشکل اور کانٹوں

Marfat.com

بھرا، لیکن یہی انسانیت کا راستہ تھا، یہ ایک ذمہ داری کی بات تھی، لوگوں نے اس سے گریز کیا، اور کلچر اور تہذیب کا نام لینا شروع کر دیا۔

انسانیت کا مسئلہ پرانی تہذیبوں سے حل نہیں ہو سکتا

دنیا کی تمام تہذیبیں قابلِ احترام ہیں، خصوصاً اپنے ملک ہندوستان کی تہذیب ہمیں عزیز ہے، یہ ہماری میراث ہے اور ہم اس کی قدر کرتے ہیں، لیکن انسانیت کا صحیح ارتقا پرانی تہذیبوں سے نہیں ہو سکتا، ان چیزوں میں اب جان نہیں رہی، ان کی صلاحیت اب ختم ہو گئی۔ یہ اپنا مشن (MISSION) پورا کر چکیں یہ اپنا پارٹ ادا کر چکیں، ان کے بہت سے پہلو اب بھی بہت اچھے ہیں، لیکن آج انسانیت کے عروج کے لئے اور عام اخلاقی گراوٹ کو روکنے کے لئے ان میں کوئی جان نہیں، ان کے پاس کوئی پیغام نہیں، جس طرح ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ نصب (ADJUST) نہیں کی جا سکتی، دو ہزار برس کی چیز آج کے ماحول میں کام نہیں دے سکتی، عربوں کی پرانی تہذیب رومیوں اور یونانیوں کی تہذیب اپنے اپنے وقت کی زندہ اور ترقی یافتہ تہذیبیں تھیں، لیکن اب وہ اپنا نمو اور شادابی کھو چکیں، اب ان کی جگہ صرف آثارِ قدیمہ میں ہے۔

تہذیبیں انسانیت کا لباس ہیں انسانیت لباس تبدیل کرتی رہتی ہے

انسانیت تہذیبوں سے بالاتر ہے، یہ سب تہذیبیں مل کر بھی آدمیت کو جنم نہیں دیتیں، آدمیت تہذیبوں کو جنم دیتی ہے، آدمیت کسی مخصوص زمانے اور کسی مخصوص مقام سے مخصوص نہیں، تہذیبیں اس کا لباس ہیں اور اپنا لباس بدلتی رہتی ہے اور اپنے سن اور اپنے ذوق کے مطابق اپنے کو آراستہ کرتی رہتی ہے اور یہ بالکل قدرتی اور ضروری ہے! جو بچہ ہے وہ

Marfat.com

بچوں کا لباس پہنے گا، جو جوان ہے وہ جوانوں کا چولا بدلے گا، بچوں کا لباس جوان کو نہیں پہنایا جا سکتا، انسانیت کو کسی خاص دور یا کسی خاص ملک کے کلچر کا پابند نہ کیجئے۔ انسانیت کو بڑھنے دیجئے، انسانیت آبِ حیات کا چشمہ ہے اسے ابلنے دیجئے، یہ صحرا، ریگستان اور میدانوں میں دوڑنا چاہتا ہے، اسے بڑھنے اور پھیلنے دیجئے۔ مذہب کے عالمگیر اور زندہ اصولوں اور اپنی ذہانت اور ذوق سے انسانیت کا ایک نمونہ اور ایک نیا پیکر پیدا کیجئے، انسانیت کا اخلاق کا ایک نیا گلدستہ بنائیے، وہ تازہ اور شاداب گلدستہ ہوگا، جو پھول سوکھ گئے، مرجھا گئے، ان کو گلے کا ہار بنانے پر اصرار نہ کیجئے۔

مذہب روح دیتا ہے، کلچر ایک ڈھانچہ

مذہب اور تہذیب کا راستہ الگ ہے، مذہب روح دیتا ہے اور کلچر ایک ڈھانچہ (MODLE) مذہب طریقہ حیات اور زندگی کا ایک ضابطہ دیتا ہے، کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے پھر آزاد چھوڑ دیتا ہے، مثال کے طور پر تہذیب کہتی ہے کہ سیٹھے کا قلم مقدس ہے اور مذہب کو اس سے بحث نہیں کہ لوہے کے قلم سے لکھا جائے یا فونٹین پن سے، اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ جو کچھ لکھا جائے وہ سچ ہو اور اچھا، مذہب مقصدِ حیات عطا کرتا ہے اور زندگی کو روح دیتا ہے، وہ انسانی زندگی پر کنٹرول قائم رکھتا ہے مگر اس سے حرکت اور نشوونما کی صلاحیت نہیں چھینتا کلچر کا احیاء انسان کی نجات نہیں، چاہے یہ کام ہندو کرے یا مسلمان یا عیسائی۔

رسم الخط یا ضمیر و اخلاق

آج اس پر بڑا معرکہ برپا ہے کہ ملک کی زبان کیا ہونی چاہیئے، کس رسم الخط میں لکھنا چاہیئے

Marfat.com

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کے درد کا مداوا اسی میں ہے، ملک کا سدھار اسی پر موقوف ہے دوستو! پیغمبروں کے سوچنے کا طریقہ یہ نہیں۔ ان کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ تحریر کہاں سے شروع کی جائے اور کہاں ختم کی جائے، دائیں سے شروع ہو کر بائیں طرف یا بائیں سے شروع ہو کر دائیں طرف، ان کو تو اس سے دلچسپی ہے کہ لکھنے والا سچا، خدا سے ڈرنے والا، امانت دار اور فرض شناس ہو۔ پھر وہ کسی طرح لکھے، وہ اچھا ہوگا۔ میں نے بنارس میں کہا تھا کہ اگر دستاویز جھوٹی ہے تو کیا دائیں سے شروع کرنے اور اردو یا فارسی میں لکھنے سے یا بائیں سے شروع کرنے اور ہندی یا انگریزی میں لکھنے سے وہ سچی ہو جائے گی؟ جھوٹی اور جعلی دستاویز کو جس طرح اور جس طرف سے لکھو گے وہ جھوٹی اور جعلی اور رہائی رہے گی، سچی دستاویز کو جس طرح اور جس طرف سے لکھو گے وہ سچی رہیگی، پیغمبر رسم الخط کے پیچھے نہیں پڑتے، وہ اس ہاتھ کو درست کرنا چاہتے ہیں جو قلم سے کام لیتا ہے، بلکہ وہ اس دل کو درست کرنا چاہتے ہیں جو ہاتھ کو حکم دیتا ہے

پیغمبر وسائل نہیں پیدا کرتے مقاصد عطا کرتے ہیں

پیغمبروں کا کام یہ نہیں کہ اپنے اپنے زمانہ میں نئی نئی ایجادیں کریں اور آلات اور مشینیں تیار کریں، وہ اس طرح کہ انسان پیدا کرتے ہیں جو ان مصنوعات اور وسائل کو صحیح مقصد کے لئے صحیح طریقے پر استعمال کر سکیں، یورپ وسائل پیدا کرتا ہے، پیغمبر مقاصد عطا کرتے ہیں، انھوں نے مشینیں نہیں ڈھالیں، آدمی ڈھالے تھے، یورپ نے مشینیں بنائیں مگر انھیں استعمال کون کرے؟ درندہ صفت انسان؟ آج ساری مصیبت یہ ہے کہ وسائل بہت ہیں، ایجادات بہت ہیں، سامان بہت ہے مگر صحیح طریقے پر استعمال کرنے والا آدمی نایاب ہے۔

انسانیت کو غمخوار انسانوں کی ضرورت ہے

انسانیت کو آج ایمان و یقین، سچائی اور پاکیزگی، محبت و مروت اور ہمدردی غمخواری کی

Marfat.com

ضرورت ہے اس کا مداوا تہذیب نہیں، تحریر نہیں، اس کو ضرورت ہے غمخوار انسانوں کی، دردمند انسانوں کی، جو دوسروں کے لئے گھلیں اور اپنے کو مٹا کر دوسروں کو بنائیں، تحریروں اور تہذیبوں سے انسانیت نہیں پیدا ہوتی، یورپ نے ہم سے اخلاق اور روحانی اقدار (VALUES) چھین لئے، اس معاملہ میں وہ خود خالی ہاتھ تھا، اس نے ہمیں بھی دیوالیہ بنا دیا، اس نے ہماری جھولیوں کو اخباروں سے بھر دیا، معلومات سے بھر دیا، مصنوعات سے بھر دیا اس نے ہماری راتوں کو چراغوں سے جڑ دیا، بجلی کے قمقموں سے جگمگا دیا، ہمیں دل کی روشنی کی ضرورت تھی، اس نے دل کا چراغ گل کر دیا، مبارک تھا وہ زمانہ جب دل کی روشنی تھی، بجلی کی روشنی نہیں تھی، آپ خود سوچیں آپ سے کوئی سودا کرنا چاہے تو آپ کو کونسا زمانہ پسند ہے؟ انسانیت کا ہمدردی کا، غمخواری کا زمانہ جس میں آدمیت کی قدر اور فکر تھی یا وہ زمانہ جس میں انسانیت کا کوئی احترام نہیں، مگر اس میں پریس ہیں، بجلی کی روشنی ہے اور برقی پنکھے ہیں، آج سکون قلب میسّر نہیں، لیکن پیسہ کی افراط ہے، آج سب کچھ ہے، لیکن روحانی قدریں عنقا ہیں، آج سب کچھ ہے، لیکن مقصد نہیں، جس کے حلق میں کانٹے پڑ رہے ہوں، پیاس سے تڑپ رہا ہو، اسے چلّو بھر پانی چاہیئے، اس کے لئے سب کچھ، کچھ نہیں، اس کے لئے اشرفیاں موجود ہوں تو کیا؟ بس تمدن میں محبت کا ذرّہ نہیں، ایثار و ہمدردی کا نام نہیں، جسے دیکھو غرض کا بندہ، اس تمدن کو لے کر کیا کریں۔

ہم نے دل کا راستہ کھو دیا

ساری غلطی یہ ہو رہی ہے کہ صحیح دروازے سے آنے کی کوشش نہیں کی جاتی، چور دروازے سے داخل ہوتے ہیں، دل کا پھاٹک بند ہے اور اندر جانے کا راستہ وہی تھا، دل کا راستہ ہم کھو چکے، ہم خود غرضیوں کے ساتھ وہاں نہیں پہنچ سکتے، دنیا کا بگاڑ، بیجا غرور اور خواہشات کا

Marfat.com

اقتدار اور ان سب کا دہانہ دل ہے، اس دل میں جب ایک خدا کا اقتدار نہیں، اسے اسکی بالادستی تسلیم نہیں، ہر اپنے کو اس کے سامنے جوابدہ نہیں سمجھتا تو پھر اس کی شکایت کیا، کسی کو پھر کیا غرض ہے کہ وہ کسی کی مدد کرے اور دوسرے کے لئے اپنے کو خطرے میں ڈالے، آج کی دنیا میں بھائی بھائی کو تاجرانہ ذہن سے دیکھتا ہے، ہر ایک نے دوسرے کو گاہک اور فریق سمجھ لیا ہے، سب طرف لوٹ کھسوٹ (EXPLOITATION) کا بازار گرم ہے، فطرت انسانی مسخ ہو گئی ہے، باپ بیٹوں سے نالاں ہیں، استاد شاگردوں سے ناخوش ہیں۔

نظامِ تعلیم کا نقص

آج یونیورسٹیوں میں کہرام مچا ہوا ہے کہ شاگرد ادب نہیں کرتے اور استاد شفقت و ہمدردی نہیں برتتے، تمام لوگ اس سے پریشان ہیں اور اس کی اصلاح کی طرح طرح کی کوششیں ہوتی ہیں، لیکن اس کی جڑ اور بنیاد پر غور نہیں کیا جاتا کہ تعلیمی نظام جس کا سارا ڈھانچہ مادہ پرستی ہو۔ آخر اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں، تعلیم کا کون سا اسٹیج ہے، جہاں اخلاق اور کردار کی تعمیر کی کوشش کی جاتی ہے؟ یہ تمام برائیاں تو متوقع نتائج ہیں، اس نظام تعلیم کے، تمہارا ادب، تمہارا آرٹ نفسانی خواہشات کو بیدار کرتا ہے، اور انسان کو موقع پرست (OPPORTUNIST) بناتا ہے اور پھر تمہارا ماحول ایسے مواقع بہم پہنچاتا ہے کہ خواہشات اور خود غرضیوں کی تسکین ہو سکے، وہ تمہیں دولت مند، ساہوکار بننے کا جذبہ دیتا ہے، اس وقت ضرورت ضمیر اور ذہن بدلنے کی ہے، ان کے بدلے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ذہنیت کی تبدیلی کی ضرورت

آج ہمارے ملک میں کئی اصلاحی اور سماجی تحریکیں چل رہی ہیں، ہم ان کی قدر کرتے

Marfat.com

ہیں اور ہمارا بس چلے تو ہم ان کی مدد کریں، خصوصاً بھودان تحریک، لیکن زمین لینے سے پہلے دلوں میں یہ بات پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ کوئی زیادہ زمین رکھ ہی نہ سکے، لوگ خود بخود زمین دینے کو تیار ہو جائیں، ایسی ذہنیت بن جائے کہ لوگ ضرورتمندوں کو اپنی چیزیں دے کر خوشی محسوس کریں۔

ہم نے تاریخ میں یہ واقعہ پڑھا ہے کہ مکہ اور مدینہ میں پشتینی رقابت تھی، ان کے کلچر اور (SOCIAL LIFE) میں اختلاف تھا، لیکن جب مکہ سے لوگ مدینہ آنے پر مجبور ہوئے اور انھیں اپنا سارا اثاثہ اور مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ آنا پڑا تو جن کے پاس کچھ نہ تھا، وہ مدینہ کے مالدار کھاتے پیتے لوگوں کے بھائی بنا دیئے گئے، انھوں نے اپنے ان بھائیوں کو سینے سے لگایا اور جن سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا، ان کے سامنے اپنے گھر کی آدھی دولت لاکر رکھ دی، ادھر آنے والوں کے دل ایسے بنائے گئے تھے اور ان کی ایسی تربیت کی گئی تھی کہ انھوں نے ان کو دعا دی اور ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں، ہمیں آپ کچھ تھوڑا سا قرض دیدیجئے اور بازار کا راستہ بتلا دیجئے، ہم مکہ میں بھی تجارت کرتے تھے اور یہاں بھی تجارت کریں گے، پیغمبر اسلام نے مدینہ والوں میں ایثار و ہمدردی اور قربانی کا جذبہ بیدار کیا اور مکہ والوں میں خود اعتمادی اور خودداری کا، انھوں نے گھر کی دولت آنے والوں کے قدموں پر ڈال دی اور آنے والوں نے دولت پر نگاہ نہ کی، اور اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنی محنت سے کمانے کا فیصلہ کیا۔

ہمارا سر نیچا ہو جاتا ہے، جب آج کی ہجرت پر نظر ڈالتے ہیں، نہ ایک طرف ایثار و ہمدردی ہے، نہ دوسری طرف خود اعتمادی اور خودداری۔

ہم کہتے ہیں کہ ذہنیت بدلئے محبت پیدا کیجئے، ایسے دل پیدا کیجئے جو دوسروں کے غم

Marfat.com

میں گھلنے کی آرزو کریں، زمین کی تقسیم سے پہلے انسان کے اندر یہ آگ پیدا کرنی تھی کہ اس سے کسی کی مصیبت نہ دیکھی جائے، کمیونزم انتظام اور اسٹیٹ سے کام لیتا ہے، مذہب دل کی کیفیت ایسی بناتا ہے کہ اشرفیاں سانپ بچھو معلوم ہونے لگیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے، وہ نماز جس کے لئے آپ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، جس کے لئے آپ بے چین رہتے تھے، اور بلال رضی اللہ عنہ مؤذن سے کہتے تھے کہ اذان دیکر میری تسکین کا سامان کرو، اسی نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں لیکن اچانک گھر میں جاتے ہیں پھر واپس آکر نماز ادا کرتے ہیں، پوچھا گیا کہ آپ کو کون سا ضروری کام یاد آیا کہ نماز چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے؟ فرمایا کہ تھوڑا سا سونا رکھا تھا، میں اسے غریبوں میں تقسیم کرنے کی ہدایت کر آیا۔

کوئی زبان غیر نہیں

میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ ہمت بلند کرو، تمھارا کسی زبان سے بیر نہیں، تمھیں کسی زبان سے وحشت نہیں ہونی چاہیئے، تم نے فارسی کو اپنایا، تم ہندی کو کیوں نہ اپناؤ، ایسی سندر زبان جو ہمارے ملک کی زبان ہے، لیکن میں اپنے ہندو بھائیوں سے کہوں گا کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ انسانیت کا سدھار نہ اس زبان میں ہے نہ اس زبان میں، نہ اس کلچر میں ہے، نہ اس کلچر میں، نہ اس تہذیب میں نہ اس تہذیب میں، آپ انسان میں قربانی کا جذبہ، نیکی کا جذبہ پیدا کیجئے، اسے انسان بنایئے، انسانیت کا احترام سکھایئے، آج انسانیت کا ضمیر (CONSCIENCE) بگڑ چکا ہے، وہ اپنی قوم اور اپنے ملک ہی کو دیکھنے کا عادی بن چکا ہے، سفید فام کہتے ہیں کہ بحر اوقیانوس (ATLANTIC OCEAN) سے اس طرف انسان ہی نہیں، ہر ملک کے باشندے اپنے سوا کسی کو انسان نہیں سمجھتے، ہر طرف جتھہ بندی ہے اور خود غرضی، روس کے کمیونسٹوں کے سامنے

Marfat.com

ایک طبقہ کا مفاد ہے، امریکہ کے سرمایہ داروں (CAPITALISTS) کے سامنے دوسرے طبقے کا مفاد، ایک کو سرمایہ دار نظر نہیں آتا، ایک کو کاشتکار، ایک کے نزدیک دنیا میں مزدور ہی مزدور ہیں، دوسرے کے نزدیک کاشتکار ہی کاشتکار، تیسرے کے نزدیک سرمایہ دار ہی سرمایہ دار، یہ قوم پرستی یہ تنگ نظری بڑی خطرناک چیز ہے۔

خدا پرستی کی تحریک کی ضرورت

آج خدا پرستی اور انسانیت دوستی کی تحریک کی ضرورت ہے، آج اس کے لئے ایک زبردست مہم (CAMPAIGN) کی ضرورت ہے، ایک زلزلے کی ضرورت ہے، خدا پرستی کی آندھی کی ضرورت ہے، جو بڑی بڑی خودغرضیوں کے پہاڑوں کو ہلا دے، خواہشات کے ٹیلوں کو اڑا دے، شہر شہر، گاؤں گاؤں یہ کہتا ہے کہ حیوانی زندگی باقی رکھنے کے لائق نہیں، مادہ پرستی کا درخت کھوکھلا ہو چکا ہے، نفس پرستی کا درخت جو دنیا پر چھایا ہوا ہے، جڑیں چھوڑ چکا ہے، انسانو! اپنی قدر پہچانو، زندہ حقیقتوں سے اپنی قسمت باندھو، اللہ کی زبردست طاقت سے جُڑ جاؤ۔

علم واخلاق کے تعاون کی ضرورت

ہم کو وہ سنّیاسیت اور جوگ مطلوب نہیں جو دنیا سے کنارہ کشی کی تعلیم دے اور اپنی جگہ غاروں اور پہاڑوں پر تلاش کرے، ہم اس روحانیت کی دعوت دیتے ہیں جو زندگی کے ساتھ چلتی ہے، بلکہ زندگی کی رہنمائی کرتی ہے، میں رجعت پسند نہیں، میں (REACTION) کا قائل نہیں، انسانیت کے لئے یہ ضروری ہے اور انسانیت کا تقاضا اور اس کی مانگ ہے،

کہ اخلاق، علم و سائنس اور خدا پرستی مل جل کر چلیں، آج اس کا توازن بگڑ گیا، ان میں تعاون اور اعتماد (CO-OPERATION) نہیں رہا، سائنس ایک طرف جا رہی ہے تو اخلاق ایک طرف، دونوں انتہا پسند (EXTREMIST) ہیں۔

مادّہ پرستی اور روحانیت

یہی حال مادہ پرستی اور روحانیت کا ہے، ایک دنیا کو نگل لینا چاہتا ہے، اسے پوجتا ہے، ایک اس سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بیزار ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ اسے خدا کا عطیہ سمجھ کر، اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کے قانون کے مطابق استعمال کرو، اسے اپنا غلام سمجھو، خود اس کے غلام نہ بن جاؤ، نہ اس زندگی کی پرستش کرو، نہ اس سے نفرت کرو، خدا کے سامنے اپنے کو جواب دہ سمجھو اور اس کی عدالت کے سامنے حاضر ہونے کا اور جزا و سزا کا یقین کرو، اس کے بھیجے ہوئے بے غرض اور مخلص پیغمبروں پر اعتماد کرو اور انھیں سے اس زندگی کے اصول اور ضوابط حاصل کرو، اپنے کو خدا کا بناؤ، یہ دنیا تمھاری بن جائے گی۔

Marfat.com

زندگی میں فرد کی اہمیت

ہمارے اصلاحی کاموں کا ایک بڑا خلا

۱۲ر فروری ۱۹۵۵ء کو جونپور ٹاؤن ہال میں ہندو مسلمانوں کے ایک مخلوط اجتماع میں یہ تقریر کی گئی۔

Marfat.com

Marfat.com

دوستو اور بھائیو!

سب جانتے ہیں کہ ہمارے سماج اور موجودہ نظام زندگی میں کوئی خرابی یا کمی ہے جس کی وجہ سے زندگی کی کل صحیح نہیں بیٹھتی اور اس کا جھول نہیں نکلتا، ایک خرابی دور کیجئے تو چار خرابیاں اور پیدا ہو جاتی ہیں، آج دنیا کے بڑے بڑے ملک بھی اس خرابی کے شاکی ہیں، اور محسوس کرنے لگے ہیں کہ بنیاد میں کوئی خرابی ہے مگر ان کو اپنے چھٹکل مسائل سے فرصت نہیں، ہم ان مسائل کی ضرورت سے انکار نہیں کرتے مگر ان سب مسئلوں سے زیادہ اہم مسئلہ انسانیت اور آدمیت کا مسئلہ ہے، اس لئے کہ ہماری پہلی حیثیت انسان ہی کی ہے، اور یہ مسائل اس کے بعد آتے ہیں، جن لوگوں کے ہاتھوں میں زندگی کی باگ ڈور ہے، انھوں نے زندگی کی گاڑی اتنی تیزی سے چلا رکھی ہے کہ ایک منٹ کے لئے اس کو روک کر خرابی دیکھنے کے لئے تیار نہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ٹھیک پٹری پر جا رہی ہے یا نہیں، اور اس خرابی سے اس کے مسافروں اور آئندہ نسلوں کے لئے کیا خطرہ درپیش ہے ان کو صرف اس کی فکر ہے کہ اس گاڑی کے چلانے والے وہ ہوں، ان میں سے ہر ایک دنیا کو اس بات کی رشوت دیتا ہے کہ اگر گاڑی کا ہنڈل اس کے ہاتھ میں ہوگا تو وہ زیادہ سے زیادہ تیز رفتاری سے گاڑی چلائے گا، امریکہ اور روس دونوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہے، اور ہر ایک کا وعدہ ہے کہ وہ اس گاڑی کو زیادہ تیز رفتار سے چلائے گا، لیکن کسی کو سمتِ سفر اور مقصد سفر سے بحث نہیں۔

اجتماعیت کا رجحان

اب میں بتلاتا ہوں کہ وہ چوک کیا ہے، اور غلطی کہاں ہو رہی ہے، آج دنیا میں بڑی بڑی تنظیمیں ہو رہی ہیں، اس وقت اجتماعیت پر بڑا زور ہے، ہر کام اجتماعی اور عالمگیر پیمانہ پر کیا

جارہا ہے، یہ اجتماعیت ایک خوشگوار اور ترقی پسند رجحان ہے، لیکن افراد اور ان کی صلاحیت ہر اجتماعی کام کی اور ہر تنظیم کی بنیاد ہے، اور اس کی اہمیت سے کسی دور میں انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس زمانہ کی خطرناک غلطی یہ ہے کہ افراد کی اہمیت اور ان کی سیرت وصلاحیت کو بالکل نظر انداز کیا جارہا ہے، عمارت بنائی جارہی ہے، مگر جن اینٹوں سے وہ بنے گی، ان کو کوئی نہیں دیکھتا، اگر کوئی یہ سوال چھیڑتا ہے کہ اینٹیں کیسی ہیں؟ تو کہا جاتا ہے کہ اینٹیں ناقص سہی، کمزور سہی، مگر عمارت مضبوط اور اعلیٰ ہوگی ــــ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سو خراب چیزوں سے ایک اچھا مجموعہ کیسے برآمد ہوگا۔ کیا خرابی جب بڑی تعداد میں جمع ہوجاتی ہے اور ایک دوسرے میں شامل ہوجاتی ہے تو معجزہ کے طور پر اس سے ایک عمدہ چیز ظاہر ہوجاتی ہے؟ کیا سو مجرموں اور ظالموں کے مل جانے سے ایک انصاف پرور جماعت اور ایک معدلت شعار ادارہ وجود میں آجاتا ہے؟ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ نتیجہ ہمیشہ مبادی اور مقدمات کے تابع ہوتا ہے اور کل ہمیشہ اجزار کی خصوصیتوں کا نمائندہ اور مظہر ہوتا ہے۔ آپ صحیح میزان نکالنا چاہتے ہیں تو جب تک اکائیاں ٹھیک نہ ہوں میزان غلط رہے گی، یہ کہاں کی منطق اور کہاں کا فلسفہ ہے کہ افراد کو بنانے کی فکر نہیں اور ایک اچھے مجموعہ کی توقع کی جارہی ہے۔

مجرمانہ غفلت

آج کالجوں، تحقیقاتی اداروں، تجربہ گاہوں، تفریحی مرکزوں میں انسانی زندگی کی ہر حقیقی اور فرضی ضرورت کا انتظام کیا جارہا ہے مگر ان آدمیوں کے بنانے کا کوئی انتظام نہیں سوچا جارہا ہے، جن کے لیئے یہ سب انتظامات ہیں، کیا یہ سب تیاریاں ان انسانوں کے لئے ہیں جو سانپ بچھو بن کر زندگی گزاریں گے، جن کا مقصد زندگی بوالہوسی اور عیش پرستی کے سوا کچھ نہیں، اس

Marfat.com

اس دور کے انسان نے ظلم اور جرم کو منظم کیا ہے اور اس بارے میں وہ جانور سے بازی لے گیا، کیا کبھی سانپوں اور بچھوؤں اور جنگل کے شیروں اور بھیڑیوں نے انسانوں پر کوئی منظم اور متحد حملہ کیا، لیکن انسان اپنے جیسے انسانوں کو فنا کرنے کے لئے تنظیمیں اور ادارے قائم کرتا ہے اور پوری پوری دنیا کو تباہ کر دینے کی اسکیمیں بناتا ہے، اس وقت افراد کی تربیت، سیرت کی تعمیر اور انسانیت کی صفات اور اخلاق پیدا کرنے کی طرف سے مجرمانہ غفلت برتی جا رہی ہے، یہی کام سب سے غیر اہم سمجھا گیا ہے، مشین ڈھالنے کی کتنی فیکٹریاں ہیں، کاغذ بنانے کے کتنے کارخانے ہیں، کپڑے کے کتنے مِل ہیں، مگر حقیقی انسان بنانے کا بھی کوئی ادارہ، کوئی تربیت گاہ ہے؟ آپ کہیں گے کہ یہ تعلیم گاہیں، کالج اور یونیورسٹیاں، لیکن بے ادبی معاف، وہاں انسانیت کی تعمیر اور فرد کی تکمیل پر کتنی توجہ کی جاتی ہے، یورپ اور امریکہ نے کتنے بڑے صرف اور کتنے بڑے ساز و سامان سے ایٹم بم بنایا، اگر اس کے بجائے وہ ایک فردِ کامل کو بناتا تو دنیا کے لئے کتنا مبارک ہوتا، مگر ادھر کسی کا ذہن نہیں جاتا۔

Marfat.com

ہماری غفلت کا خمیازہ

ہمارا ملک ہندوستان تاریخ میں بڑا مردم خیز ملک رہا ہے اس نے بڑے کامل افراد پیدا کئے ہیں، مگر اب صدیوں سے اس کی طرف سے غفلت برتی جا رہی ہے، ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے بھی اپنے دورِ حکومت میں اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی سے کام لیا، ان کی حکومت اگر خلافت راشدہ کا نمونہ ہوتی اور وہ اس ملک کے منتظم اور حکمراں ہونے سے زیادہ اس ملک کے مربی اور اخلاقی معلم ہوتے تو آج اس ملک کی اخلاقی حالت یہ نہ ہوتی اور وہ اس ملک کی تولیت اور انتظام سے سبکدوش نہ کئے جاتے، پھر انگریز آئے، ان کی حکومت تو صرف اسٹیج

(SPONGE) کی طرح تھی، جس کا کام یہ تھا کہ گنگا کے دہانے سے دولت چوس کر ٹیمز (TAMES) کے کنارے اگل دے، ان کے عہد میں اس ملک کا اخلاقی انحطاط کہیں سے کہیں پہنچ گیا، اب ہم کو آزادی ملی، ہمیں چاہیئے تھا کہ ہم سب سے پہلے اسی بنیادی مسئلہ کی طرف توجہ کرتے کیا یہ ملک کبھی آزاد نہیں تھا، پھر وہ آزادی کی دولت سے کیوں محروم ہوا؟ اپنی اخلاقی پستی اور اخلاقی کمزوریوں سے! مگر افسوس ہے کہ سڑکوں اور روشنی کی طرف بھی جتنی توجہ ہے اتنی بھی توجہ اس بنیادی کام کی طرف نہیں ہے۔

ہر اصلاحی کام کی بنیاد

میں "شرم دان" اور "بھودان" تحریک کا بڑا قدردان ہوں، لیکن میں اس عقیدہ کو نہیں چھپا سکتا کہ اس سے بھی پہلے کرنے کا کام اخلاقی اصلاح اور صحیح احساس پیدا کرنا تھا، ہمیں تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت قدیم دور میں زمینیں واجبی طور پر تقسیم کی جاتی تھیں، اور کوئی کوئی دور تو ایسا گذرا ہے کہ ہوا اور پانی کی طرح زمین کو بھی ایک ضرورت کی چیز اور انسانوں کا حق سمجھا جاتا تھا، لیکن پھر انسانوں کی حرص نے ضرورت مندوں کو محروم اور بے ضرورت اشخاص کو اس کا مالک بنادیا، اگر اخلاقی احساس اور انسانیت کا احترام نہ پیدا ہوا تو پھر اسی کا خطرہ ہے کہ تقسیم شدہ زمین پر پھر قبضہ کرلیا جائے اور ضرورت مندوں کو بے دخل کردیا جائے، اس لئے جب تک یہ احساس نہ پیدا ہو، اور ضمیر بیدار نہ ہو اس وقت تک ان کوششوں کے نتائج اور وعدوں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، آج اخلاقی انحطاط حد درجہ کو پہنچا ہوا ہے، رشوتوں، چور بازاری، غبن اور خیانت میں کمی نہیں، بلکہ لوگوں کا کہنا ہے کہ کچھ زیادتی ہی ہے، دولت مند بننے کی خواہش جنون کو پہنچ گئی ہے، کوئی اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا، ذہنی کیفیت یہ ہے کہ ایک دوسرے کی نیکی کی آڑ لے کر بدی کرنا چاہتا ہے، جب سب کا یہ حال ہو جائے تو وہ

Marfat.com

نیکی پھر کہاں سے آئے گی جس کی آڑ میں اور جس کے دامن میں بدی چھپ سکے، میرے ایک مصری دوست نے اپنی تقریر میں اس کی ایک بڑی اچھی مثال دی، انھوں نے کہا کہ ایک بادشاہ نے ایک رات اعلان کیا کہ ایک حوض دودھ کا بھرا ہوا چاہیئے، ہر شخص ایک گھڑا دودھ اس میں ڈال دے اور صبح اپنے دام لے لے، اندھیری رات تھی، ہر شخص نے یہ خیال کیا کہ میں نے اگر ایک گھڑا پانی ڈال دیا تو اتنے بڑے حوض میں کیا پتہ چلے گا، سب لوگ تو دودھ ڈالیں گے لیکن اتفاق سے ہر شخص نے یہی سوچا اور دوسرے کی نیکی اور دیانت کے اعتماد پر بددیانتی کرنی چاہی، نتیجہ یہ نکلا کہ صبح جب بادشاہ نے دیکھا تو پورا حوض پانی سے بھرا تھا، دودھ کا نام نشان نہ تھا، جب کسی بستی کی یہ حالت ہو جائے تو پھر اس کی کوئی حفاظت نہیں کر سکتا۔

اصل خطرہ

یاد رکھیئے اس ملک کے لئے کوئی بیرونی خطرہ نہیں، اس ملک کے سب سے بڑا خطرہ یہ اخلاقی انحطاط، یہ مجرمانہ ذہنیت، یہ دولت پرستی اور برادر کُشی ہے کیا یونان اور روما کو کسی دشمن نے تباہ کیا، نہیں بلکہ ان اخلاقی بیماریوں نے جن کا گھن ان کو لگ گیا تھا، پھر اس وقت ایک ملک کا اخلاقی انحطاط تمام دنیا کے لئے خطرہ ہے، دنیا جب ہی خوشحال اور پرامن ہو سکتی ہے جب ہر ملک خوشحال اور پُرامن ہو۔

پیغمبروں کا کارنامہ

پیغمبروں کا یہی کارنامہ ہے کہ انھوں نے صالح افراد تیار کئے، خدا سے ڈرنے والے، انسان سے محبت کرنے والے، دوسروں کے لئے تکلیف اٹھانے والے، اپنے پرائے کے معاملے

Marfat.com

ہیں انصاف کرنے والے، سچ بولنے والے، حق کا ساتھ دینے والے، مظلوم کی مدد کرنے والے، دنیا کے کسی فرد، کسی ادارہ اور کسی تربیت گاہ نے ایسے صالح افراد تیار نہیں کیے، دنیا کو اپنی ایجادوں پر ناز ہے، سائنس دانوں کو اپنی خدمات پر فخر ہے، لیکن پیغمبروں سے بڑھ کر کس نے انسانیت کی خدمت انجام دی، ان سے زیادہ بیش قیمت چیز کس نے دنیا کو عطا کی، ان افراد نے دنیا کو گلزار بنا دیا، ان کی وجہ سے دنیا کی ہر چیز کارآمد بن گئی اور ہر دولت ٹھکانے لگی، آج بھی دنیا میں جو نیکی کا رجحان ہو سچائی، انصاف اور انسانیت کی محبت پائی جاتی ہے، وہ انھیں پیغمبروں کی کوشش اور تبلیغ کا نتیجہ ہے، یہ موجودہ دنیا بھی محض ایجادات اور تمدن کی ترقیات پر نہیں چل رہی ہے، یہ محض اسی سچائی، دیانت داری، انصاف اور محبت پر قائم ہے جو پیغمبر پیدا کر گئے۔

پیغمبروں کا طریقۂ کار

پیغمبروں نے یہ صالح ترین افراد کس طرح پیدا کیے؟ یہ بات کچھ کم حیرت انگیز نہیں، انھوں نے ان کے اندر ایک نیا یقین پیدا کر دیا، وہ یقین جس سے دنیا اس وقت محروم تھی، جس کے فقدان نے ساری دنیا کے نظام کو درہم برہم کر رکھا تھا، اور انسان اس کو کھو کر ایک خونخوار درندہ، ایک حریص چوپایا بن گیا تھا۔ یعنی خدا کی ہستی کا یقین اور مرنے کے بعد کی زندگی اور جواب دہی کا یقین اور اس بات کا یقین کہ یہ سچے انسان خدا کا پیغام لانے والے اور انسان کی صحیح رہنمائی کرنے والے ہیں، اس یقین نے انسان کی کایا پلٹ دی اور اس کو ایک بے لگام جانور سے ایک ذمہ دار انسان بنا دیا۔

تاریخ کا تجربہ

ہزاروں برس کا تجربہ بتاتا ہے کہ انسان سازی کے لیے اس سے بڑی طاقت نہیں، آج

Marfat.com

دنیا کی سب سے بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ جماعتیں موجود ہیں، قومیں موجود ہیں، تنظیمیں اور ادارے موجود ہیں، لیکن صالح افراد نایاب ہیں اور دنیا کے بازار میں سب سے زیادہ اسی جنس کی کمی ہے، خطرناک بات یہ ہے کہ ان کی تیاری کی فکر بھی نہیں ہے اور سچ پوچھیئے تو اگر تیاری کی کوشش بھی کی جاتی ہے تو اس کے لئے صحیح راستہ نہیں اختیار کیا جاتا، اس کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ یقین پھر پیدا کیا جائے اور سب سے پہلے انسان کو انسان بنایا جائے، اس کے بغیر جرائم بند نہیں ہوسکتے، خرابیاں دور نہیں ہوسکتیں، آپ ایک چور دروازہ بند کریں گے دس چور دروازے کھل جائیں گے، افسوس ہے کہ جن کو اس بنیادی کام کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور جن کے توجہ کرنے سے اثر ہوسکتا ہے، ان کو دوسرے مسائل سے فرصت نہیں، اگر وہ اس مسئلہ پر توجہ کرتے تو اس سے پوری زندگی پر اثر پڑتا اور سیکڑوں مسائل اس سے حل ہوجاتے جن پر علیحدہ علیحدہ کوشش کی جارہی ہے اور خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

ہماری جدوجہد کا محرک

ہم نے جب دیکھا کہ اتنے لمبے چوڑے ملک میں کوئی اس کی صدا بلند کرنے والا نہیں اور کوئی اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور مہم بنانے والا نہیں تو ہم اور ہمارے چند بے سروسامان ساتھی اس دعوت کے لئے اپنے گھر سے نکلے، ہم آپ کے شہر میں آئے، آپ نے ہماری پذیرائی کی اور دلچسپی اور سکون سے ہماری بات سنی، اسکے ہم بڑے شکر گذار ہیں اور اس سے ہماری بڑی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، ہم اسی امید پر نکلے ہیں، انسانوں کی اس وسیع بستی میں ضرور کچھ زندہ دل پائے جاتے ہیں، دنیا کا ہر کام انھیں انسانوں کے وجود، کے یقین اور ان کی زندہ دلی کے اعتماد پر کیا گیا ہے، اتنے بڑے مجمع میں ہمیں امید ہے کہ بہت سے دلوں نے ہماری اس بات کو قبول کیا ہوگا، ہم اس بات کی بھی امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے کو وہ فرد بنانے کی کوشش کریں گے جسکی آج دنیا کو ضرورت ہے اور جس کے بغیر اس زندگی کی چول بیٹھ نہیں سکتی۔

Marfat.com

Marfat.com

ایک مقدّس وقف اور اُس کا مُتولّی

نمبتھرا روڈ کے ایک مخلوط اجتماع کی، جس میں
ہندو مسلم حضرات کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی،
ایک اہم تقریر۔

Marfat.com

Marfat.com

رواجی جلسے

دوستو! اور بھائیو! اس وقت ہمارے ملک میں جلسوں اور مجلسوں کا اچھا خاصا رواج ہے لیکن یہ جلسے اور مجلسیں بڑی دو قسم کی ہوتی ہیں، ایک وہ جو بالکل ذاتی غرض اور مقصد کے لئے منعقد کی جاتی ہیں خواہ اس کے پیچھے کوئی جماعت اور سیاسی پارٹی کام کرتی ہو یا کسی جماعت یا پارٹی کا نام لیا جاتا ہو، اس کی روشن مثال الکشن کے جلسے ہیں، الکشن کی بدولت قصبے قصبے، گاؤں گاؤں جلسے ہوتے ہیں اور اس کے لئے سخت جدوجہد کی جاتی ہے، وقت صرف کیا جاتا ہے اور روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے جو لوگ کسی نشست کے لئے کھڑے ہوتے ہیں وہ ووٹ دینے والوں کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ انتخاب کے لئے موزوں ترین اور لائق ترین آدمی ہیں۔ ان جلسوں میں زندگی کے اصول اور اخلاق اور اچھا شہری بننے کی تعلیم نہیں دی جاتی، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ ووٹ دیئے جائیں، ان کے نزدیک وہی لوگ قابل تعریف ہیں اور انھیں کی زندگی کی قیمت ہے جو ان کی حمایت کریں اور ان کو ووٹ دیں، خواہ وہ اخلاقی حیثیت سے پست اور اصول و سیرت اور کردار کے لحاظ سے ادنیٰ درجہ کے انسان ہوں۔

دوسری قسم کے جلسے وہ ہوتے ہیں، جو مذہبی رسوم یا معاشرتی (سوشل) تقریبات کے سلسلے میں منعقد ہوتے ہیں، اس طرح کے جلسے مسلمانوں میں بھی ہوتے ہیں اور ہندوؤں میں بھی، لیکن افسوس کی بات ہے کہ مذہبی جلسے جو کبھی قوموں میں زندگی پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتے تھے اور اصلاح وانقلاب کا پیغام دیتے تھے اب کوئی پیغام اور پروگرام نہیں رکھتے، اسی طرح سے وہ معاشرتی تقریبات جن سے کبھی اصلاح اور اجتماعیت کا کام لیا جاتا تھا، ایک طرح سے بے روح اور بے جان ہوگئی ہیں اور لگے بندھے نظام کے ماتحت ہونے لگی ہیں۔

ان جلسوں کی بے اثری

ان جلسوں میں لوگ جو ذہن لے کر آتے ہیں، وہی ذہن لے کر جاتے ہیں، ان میں کوئی تغیر اور کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، بلکہ ان جلسوں کی شرکت سے ایک قسم کا اطمینان پیدا ہوتا ہے، ان میں شریک ہونے والا سمجھنے لگتا ہے کہ شرکت سے وہ ہلکا اور پاک ہو گیا اور اس نے جو پاپ کئے تھے وہ دھل گئے، آج مذہب سے انسانوں کے دل و دماغ پر چوٹ نہیں لگتی، مذہبی تقریبات کی شرکت سے اطمینان اور سکون بڑھ جاتا ہے

مذہب غلط زندگی کا حریف ہے

حالانکہ مذہب غلط زندگی کا حریف ہے، اس کا سمجھوتہ خرابیوں، پاپ اور بداخلاقیوں سے ناممکن ہے، پہلے قسم قسم کی زندگی گزارنے والے ان جلسوں سے کتراتے تھے کہ کہیں مذہب ان کی حرکتوں پر تنقید نہ کرے، قرآن مجید میں حضرت شعیبؑ اور ان کی قوم کا مکالمہ نقل کیا گیا ہے حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا، اے قوم! ناپ تول میں کمی نہ کرو، تم ڈنڈی مارتے اور کم تولتے ہو، گاہک سے زیادہ سے زیادہ لینے کی فکر میں رہتے ہو اور اس کو کم سے کم دینے کی کوشش کرتے ہو، یہ مہاپاپ ہے! قوم نے جواب دیا کہ کیا تمھاری نماز تم کو اس کی تعلیم دیتی ہے کہ تم ہمارے اس طرز عمل پر اعتراض کرو اور ہم کو اپنے مال میں آزادانہ کارروائی کرنے سے روکو؟ قوم نے تشخیص ٹھیک کی! یہ سب رکاوٹیں نماز ڈالتی ہے اور زندگی میں غلط اور صحیح کی تمیز کراتی ہے۔ ایک صحیح اور زندہ مذہب زندگی میں غلطیوں اور گناہوں پر خاموش نہیں رہ سکتا۔

بھائیو! ہمارا یہ جلسہ نئے طرز کا ہے، یہ نہ الکشن کے جلسوں میں کا کوئی جلسہ ہے نہ مذہبی

Marfat.com

تقریبات میں سے کوئی تقریب ہے، ہم اس جلسہ میں کوشش کریں گے کہ بتائیں کہ زندگی کا صحیح راستہ کیا ہے اور انسان پستی میں کیوں گر گیا ہے؟

سب سے مقدم سوال

آپ جب کوئی کام کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ طے کرتے ہیں کہ کس نیت سے کیا جائے اور اس معاملہ میں آپ کی صحیح پوزیشن کیا ہے؟ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی تہہ میں یہ بنیادی حقیقت کام کر رہی ہے کہ انسان نے دنیا میں اپنے کو کیا سمجھا اور اس کو کیا کیا مقام اور پوزیشن حاصل ہے؟ اگر یہی بات صحیح سمجھ لی گئی تو ہر کام ٹھیک ہوگا اور اگر اسی منزل پر غلطی ہوگئی تو غلطی ہوتی ہی چلی جائیگی۔

انسان خدا کا نائب اور خلیفہ ہے

دوستو! اسلام نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ انسان دنیا میں خدا کا نائب، خلیفۃ اللہ اور دنیا کا ٹرسٹی ہے، دنیا ایک وقف ہے اور انسان اس کا متولی، اس کے ذمہ یہاں کا انتظام اور رعایت کا کام ہے، دنیا میں چھوٹے بڑے بہت سے وقف ہوتے ہیں، یہ سارا عالم، یہ ساری کائنات ایک عظیم الشان وقف (ٹرسٹ) ہے، یہ کسی کی ذاتی ملکیت، یا کسی کے باپ دادا کی جائداد نہیں ہے کہ جس طرح چاہے کھائے اڑائے، اس وقف میں جانور، چرند، پرند، درخت، دریا، پہاڑ سونا، چاندی، سامان خوراک اور دنیا کی تمام نعمتیں ہیں، یہ سب انسان کے حوالے کی گئی ہیں، کیونکہ وہ ان کے مزاج سے بھی واقف ہے اور ان کا ہمدرد بھی، انسان خود اسی ٹرسٹ کی مٹی سے بنا ہے اور اسی خاک کا ہے، اور منتظم کے لئے واقفیت و علم اور ہمدردی و تعلق دونوں شرط ہیں، انسان دنیا کے نفع و نقصان سے بھی واقف ہے، اور اس کے اندر اس کی ضروریات بھی رکھی گئی

Marfat.com

ہیں، اس لئے وہ اچھا ٹرسٹی بن سکتا ہے۔

مثال کے طور پر لائبریری (کتب خانہ) کا انتظام وہی اچھا کر سکتا ہے جسکو علم کا شوق ہو اور کتابوں سے لگاؤ اور دلچسپی ہو، اگر کسی کتب خانہ کا انتظام کسی جاہل کے سپرد کر دیا گیا، چاہے وہ کتنا ہی شریف اور اچھا آدمی ہو، وہ بہترین لائبریرین نہیں بن سکتا۔ لیکن جس کو علم کا شوق ہوگا اور کتابوں سے مناسبت، وہ اس میں کافی وقت صرف کرے گا، اس کے ذخیرے میں معقول اضافہ کرے گا اور اس کو ترقی دے گا۔

اسی طرح انسان چونکہ اسی دنیا کا ہے، اس کو اس سے دلچسپی بھی ہے اور وہ اس کا ضرورتمند بھی ہے، اس سے واقف بھی ہے اور اس کا ہمدرد بھی، اس کو اسی میں رہنا بھی ہے اور اسی میں مرنا بھی، لہٰذا وہ اس کی پوری دیکھ بھال کرے گا اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو ٹھکانے لگائے گا یہ کام اس کے علاوہ اور کوئی اس خوبی سے انجام نہیں دے سکتا۔

دنیا کے انتظام کے لئے انسان ہی موزوں ہے

جب حضرت آدم ؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور زمین میں اپنا نائب بنایا، فرشتے جو پاک اور روحانی مخلوق ہیں، جو نہ گناہ کرتے ہیں نہ گناہ کی خواہش رکھتے ہیں، بولے کہ اے مالک! آپ ایسے کو اپنا نائب بنا رہے ہیں جو دنیا میں خون خرابہ کرے گا، ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، اور تیری عبادت میں مشغول رہتے ہیں، یہ منصب ہم کو عطا فرما، خدا نے جواب دیا، تم اس بات کو نہیں جانتے ہو، خدا نے آدم اور فرشتوں کا امتحان لیا، چونکہ آدم اسی خاک کے تھے، ان کو دنیا استعمال کرنی تھی، ان کی فطرت کو اس سے مناسبت تھی، اس لئے وہ اس کی ایک ایک چیز سے واقف تھے، انھوں نے ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔ فرشتوں کو ان چیزوں سے واسطہ نہ تھا، اس لئے جواب نہ دے سکے، اس طرح خدا نے دکھا دیا

Marfat.com

کہ دنیا کے انتظام اور اس وقف کی تولیت کے لئے اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود انسان ہی موزوں ہے، بلکہ یہ کمزوریاں اور ضرورتیں ہی اس کو اس منصب کا اہل ثابت کرتی ہیں، اگر اس دنیا میں فرشتے ہوتے تو دنیا کی اکثر نعمتیں بیکار ہی ثابت ہوتیں اور ان کی وہ ترقی ہرگز نہ ہوتی جو انسان نے اپنی ضرورت اور خواہش کی بنا پر دی۔

کامیاب قائم مقام

لیکن یہ بھی آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ نائب اور قائم مقام کا فرض ہے کہ قائم مقام بنانے والے کی پوری پوری پیروی کرے وہ اس کے اخلاق کا نمونہ اور پرتو ہو، اگر میں یہاں کسی کا قائم مقام ہوں تو کامیاب اور وفادار قائم مقام اسی وقت کہلاؤں گا جب اپنی بساط بھر اس کی نقل کروں اور اپنے اندر اس کے اخلاق پیدا کروں، خدا کی نیابت یہ ہے کہ اپنے اندر اس کے اخلاق پیدا کیے جائیں اور اس کی صفات سے مناسبت ہو، ہمیں بتلایا گیا ہے کہ اس کی صفات واخلاق میں علم، رحمت، شکر، احسان، انتظام، پاکبازی، عفو و درگذر، بخشش و عطا، عدل و انصاف، حفاظت و نگرانی، محبت، جلال و جمال، مجرمین سے گرفت و انتقام، جامعیت و وسعت ہے۔

اخلاق خداوندی کا مظاہرہ

خدا کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو تعلیم دی کہ خدا کے اخلاق اختیار کرو (تخلقوا باخلاق اللہ) انسان اپنے محدود انسانی دائرے میں اور اپنی تمام بشری کمزوریوں کے ساتھ ان اخلاق خداوندی اور ان صفات اللہ کا پرتو اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا، لیکن دنیا میں خدا کے اخلاق کا مظاہرہ کر سکتا ہے، اور یہی

Marfat.com

ایک سچے نائب کا کام ہے، آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر انسان حقیقی طور پر اپنے کو خدا کا نائب سمجھنے لگے اور اخلاق خداوندی کو اپنی زندگی کا معیار بنائے تو خود اس کی ترقی و بلندی اور اسکے دورِ خلافت و نیابت میں دنیا کی خوش حالی اور سرسبزی کا کیا حال ہوگا؟ مذہب انسان کا بلند ترین اور معتدل ترین تصور بخشتا ہے، وہ انسان کو خدا کا نائب اور اس زمین کے انتظام میں اس کا قائم مقام اور اس عظیم الشان وقف کا اس کو متولی قرار دیتا ہے، اس سے بڑھ کر انسان کا اعزاز اور انسانیت کی معراج نہیں ہو سکتی۔

دو متضاد تصوّر

مگر انسانوں نے خود متضاد تصور قائم کیے، کہیں تو انسان کو خدا بنایا گیا اور اس کی عبادت ہونے لگی اور کہیں جانور سے بدتر سمجھ لیا گیا، اور اس کو گائے بیل کی طرح ہنکایا جانے لگا، بعض انسان خود خدا بن بیٹھے اور بعض اپنے کو جانور سے بدتر سمجھنے لگے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو صرف پیٹ سے کام ہے، اور صرف نفس دیا گیا ہے، یہ دونوں تصور غلط ہیں، بلکہ صریح ظلم ہیں، نہ انسان خدا ہے نہ جانور، انسان، انسان ہی ہے، لیکن نائبِ خدا، ساری دنیا اس کے لئے پیدا کی گئی ہے اور وہ خدا کے لئے، ساری دنیا اس کے سامنے جوابدہ ہے اور وہ خدا کے سامنے، یہ زمین، یہ دنیا، کسی کی ذاتی جائداد نہیں، ایک وقف ہے، اور انسان اس کا متولی، اس تصور اور اس عقیدے کے بغیر دنیا کی چول ٹھیک نہیں بیٹھ سکتی، تاریخ کی شہادت ہے کہ جب انسان اس راہِ راست سے ہٹا اور اپنی حد سے بڑھا اور خدا بننے کی کوشش کی اور اپنے کو دنیا کا حقیقی مالک سمجھا یا اپنے مرتبے سے گرا اور اپنے کو جانور سمجھا یا دنیا کے انتظام اور تولیت سے دستبردار ہوا اور زندگی کی ذمہ داریوں اور فرائض سے اس نے گریز کیا تو خود بھی برباد ہوا اور یہ دنیا بھی تباہ ہوئی۔

Marfat.com

اِنسان کا جماداتی تصوّر

آج یورپ جس کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے' اور وہ انسانیت کا لیڈر بنا ہوا ہے' اس نے حیوانیت کے درجہ سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا، اس نے انسان کا جماداتی تصور پیش کیا، وہ کہتا ہے کہ انسان روپیہ ڈھالنے کی مشین اور ایک کامیاب ٹکسال ہے' البتہ اس کے اندر خواہشات ہیں، لیکن سراسر حیوانی، کاش کہ وہ انسان کو صرف ایک مشین ہی رہنے دیتا' جس کے اندر اپنی کوئی خواہش اور ارادہ نہیں ہوتا ستم بالائے ستم یہ ہے کہ وہ مشین بھی ہے اور خود غرض بھی اور مردم آزار بھی، یورپ کے اس دور قیادت میں سارا عالم ایک بے جان فیکٹری بنتا جاتا ہے' جس میں کبھی کبھی بڑا خطرناک ٹکراؤ ہو جاتا ہے' اس مشینی دور میں لطیف انسانی جذبات واحساسات، انسان سے ہمدردی' دل کا گداز ڈھونڈھنے سے نہیں ملتا' اس ٹکسال میں کہیں خدا کا نام نہیں، اس کی سچی طلب' دل سوزی نہیں' نہ آنکھوں میں نمی ہے' نہ دل میں گرمی، نہ انسانیت کی لطافت' نہ قلب و روح کی حرارت' حالانکہ جس دل میں محبت اور معرفت نہیں' وہ انسان کا دل نہیں، پتھر کی سل ہے' جس آنکھ میں کبھی آنسو نہ آئے وہ انسان کی آنکھ نہیں' نرگس کی آنکھ ہے۔

معاشی مسئلہ یا لطف و تفریح

اب سوائے روپیہ' پیٹ اور اغراض کے کچھ نہیں۔ میں اپنے شہر میں صبح نکلتا ہوں تو مختلف پارٹیوں اور دوستوں کی ٹولیوں کے پاس سے گذرنا ہوتا ہے' ادھر سے دو آدمی گذرے' اُدھر سے چار آدمی آئے' لیکن سوائے اس کے اور کچھ سننے میں نہیں آتا کہ آپ کی

Marfat.com

تنخواہ کتنی ہے؟ آپ کی بالائی آمدنی کیا ہو جاتی ہے؟ آپ کا تبادلہ کہاں ہو رہا ہے، فلاں افسر بدمزاج ہے، فلاں افسر بہت اچھا ہے، بیٹے کی شادی میں اتنا خرچ ہوا، بیٹی کو اتنا جہیز دیا ہمارا فنڈ اتنا جمع ہے، فلاں کا بینک میں اتنا حساب ہے، اور اب تو کرکٹ کا دور دورہ ہے، ہر جگہ کرکٹ کا تذکرہ، ہر جگہ کھیلنے والوں پر تبصرہ! میں کھیل کا مخالف نہیں، خود بھی کھیلا ہوں اور اس کا ذوق رکھتا ہوں، ورزشوں اور مردانہ کھیلوں کو مفید اور ضروری سمجھتا ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہی زندگی کا ایک موضوع بن کر رہ جائے اور صبح سے شام تک اس کے تذکرے سے فرصت نہ ہو، آپ نے سنا ہو گا کہ پاکستان میں اس خبر سے ایک صاحب کا ہارٹ فیل ہو گیا کہ ایک کھلاڑی ۹۹ رن بنا کر آؤٹ ہو گیا اور سنچری نہ بنا سکا، میں نے بعض سفروں میں دیکھا ہے کہ دو دو تین تین گھنٹے تک مسلسل کرکٹ کی ٹیم اور اس کے کھیل پر تبصرہ ہوتا رہا، ایک منٹ کے لئے بھی موضوع نہ بدلا، انسانو! تم نے دنیا کو کلب بنایا، ٹکسال بنایا، کارخانہ بنایا، جنگ کا میدان بنایا مگر آدمیوں کی بستی نہ بنائی!

دل کی سچی پیاس

پہلے ہر گاؤں، ہر قصبے میں اللہ کے ایسے بندے ہوتے تھے جن سے دل کی پیاس بجھتی تھی، جس طرح زبان کی ایک پیاس ہوتی ہے، اسی طرح دل کی بھی پیاس ہوتی ہے۔ زبان کی پیاس پانی، شربت، سوڈے لیمن سے بجھتی ہے، دل کی پیاس سچی اور پاک محبت کی باتوں اور محبوبِ حقیقی کے تذکرے سے بجھتی ہے، وہ روپیہ دولت اور نفس کی خواہشات کے ذکر سے بھڑکتی ہے، آج ہر چیز کی دوکانیں ہیں، منڈیاں ہیں، بازار ہیں، لیکن دل کی دوا اور روح کی غذا نایاب ہوتی جاتی ہے اور کہنے والے عرصہ سے کہہ رہے ہیں۔

Marfat.com

ملک کی حقیقی آزادی

۲۲ فروری ۱۹۵۵ء کو امین الدولہ پارک لکھنؤ میں مرکز دعوت اصلاح و تبلیغ کے زیر اہتمام ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جس میں اندازاً ۶-۷ ہزار کی تعداد میں ہر مذہب و خیال کے لوگوں نے شرکت کی۔

Marfat.com

Marfat.com

دوستو اور بھائیو!

ہم اور آپ جس جگہ جمع ہیں، یہ پارک ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، جنگ آزادی کا مورخ اس کو فراموش نہیں کر سکتا جب تحریک خلافت اور تحریک آزادی کا عروج تھا تو یہ پارک بڑے بڑے سیاسی جلسوں کا مرکز تھا، میری آنکھوں نے یہاں بڑے بڑے تاریخی مناظر دیکھے ہیں، میں نے یہاں گاندھی جی اور بڑے بڑے لیڈروں کی تقریریں سُنیں اور سول نافرمانی کے دور میں یہاں انگریزی فوج کا تسلّط بھی دیکھا جس زمانہ میں ہندوستان کی آزادی کا خواب دیکھا گیا تھا، اس وقت بڑے بڑے سمجھدار لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر ہوگا، جو لوگ ۲۰۔۳۰ سال پہلے یقین دلاتے تھے کہ آزادی ضرور حاصل ہوگی، ان کی بات پر تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی یقین نہیں آتا تھا، ۴۷ء کے فیصلے تک ایسے لوگ اس ملک میں موجود تھے، جو ان باتوں پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ برطانیہ اس ملک سے جو اس کے تاج کا کوہ نور ہے، اور جس سے دنیا میں اس کی ساکھ قائم ہے، کس طرح دستبردار ہو سکتا ہے لیکن یہ انہونی بات ہو کر رہی، واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے، صرف انسانوں کا فیصلہ اور عزم شرط ہے۔

جس طرح آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ملک کو انگریز کی غلامی سے آزاد کرانا ہے، اور اپنے رہنماؤں کی قیادت میں جدوجہد کی اور یہ خواب پورا ہو کر رہا، اسی طرح اگر آپ اس سے بڑھ کر کوئی منصوبہ بناتے اور اس کے لئے بھی قربانیاں دیتے تو وہ بھی پورا ہو سکتا تھا، مگر اس وقت آزادی ہی سب سے بلند اور آخری چیز معلوم ہوتی تھی، یقیناً آزادی بڑی نعمت اور زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے اور اس کے لئے جو قربانیاں کی جائیں وہ بجا ہیں، ہم کو ان رہنماؤں کا بھی شکرگزار ہونا چاہیئے جنھوں نے آزادی کی جنگ لڑی اور ملک

کو آزاد کرایا، لیکن میں نہایت صفائی سے عرض کروں گا ۔ ہماری یہی طاقت اور فیصلہ کی قوت جس کی بدولت ہماری ملک سے غلامی کی لعنت ختم ہوئی، اگر اس سے زیادہ حقیقی اور مکمل آزادی کے حصول اور انسانیت کی تعمیر اور ترقی اور انسان کو انسان بنانے کے کام پر صرف کی جاتی تو یہ دنیا کا سب سے اہم کام اور مشکلات و مسائل کا اصلی اور مستقل حل ہوتا۔

آزادی کے آگے

میں آزادی کی تحریک کی تحقیر اور ناشکری نہیں کرتا مگر یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ دنیا کا سب سے عظیم الشان کام اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انسان حقیقی انسان بن جائے، اس کے بغیر آزادی اور خود مختاری کے بعد بھی زندگی کا حقیقی لطف اور مسرت اور صحیح خوش حالی حاصل نہیں ہوسکتی اور انتشار، کشمکش اور بے اطمینانی ختم نہیں ہوسکتی، مصیبت، پریشانی اور ذلت ہمیشہ دوسروں ہی کی شکل میں نہیں آتی، وہ کبھی اپنے اندر سے بھی ابھرتی ہے، ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ کیلئے پردیسی ہونا شرط نہیں، ایک ملک کے رہنے والے خود اپنے ملک کے اندر بطور خود بھی یہ خدمت انجام دینے لگتے ہیں۔ میں غلامی سے نفرت ہرگز کم نہیں کرنا چاہتا، لیکن ذرا جذبات و تعصبات سے الگ ہوکر سوچیے کہ ہم انگریز کو اپنا دشمن کیوں سمجھتے تھے، اور غلامی سے ہمیں کیوں نفرت تھی، اس لئے کہ ہمیں زندگی کا حقیقی لطف میسر نہ تھا، ہم کو سکون و اطمینان حاصل نہ تھا، ہم کو ہماری ضروریات زندگی آسانی سے میسر نہیں ہوتی تھیں، ہم ہمدردی، خلوص و تعاون اور محبت سے محروم تھے جس کے بغیر زندگی تلخ اور یہ دنیا ایک جیل خانہ ہے، دوستو! فرض کرو اگر باہر کی غلامی چلی گئی، لیکن ہم کو خود ایک دوسرے کو

Marfat.com

غلام بنانے کا چسکا پڑ گیا، ہم کو خود ایک دوسرے پر ظلم کرنے میں مزا آنے لگا، ہم بھی ایک دوسرے سے بے گانہ و اجنبی ہیں، ہمدردی اور تعاون سے نا آشنا ہیں، ایک شہری دوسرے شہری کے ساتھ وہی برتاؤ کرنے پر آمادہ ہے اور موقع کا منتظر ہے جو ایک فاتح ایک غلام کے ساتھ اور ایک دشمن دوسرے دشمن کے ساتھ کرتا ہے، میں اپنے فاضل سامان میں آپ کی ضروریات زندگی کا بھی اضافہ کرنے پر مصر اور بضد ہوں، ملک میں اس ذہنیت کا رواج زور پکڑ رہا ہے، جس کو قرآن نے ایک قصّہ کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے پاس دو فریق مقدمہ لے کر آئے، ایک نے کہا کہ اے پیغمبر خدا اور اے بادشاہ وقت ہمارا انصاف کیجئے، میرے اس بھائی کے پاس ۹۹ بھیڑیں ہیں اور میرے پاس لے دے کر صرف ایک، مگر یہ ظالم کہتا ہے کہ اپنی ایک بھیڑ بھی دیدو تاکہ میری سو کی گنتی پوری ہو جائے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کسی ملک کے شہریوں کی یہی ذہنیت بنتی چلی جائے تو کیا اس ملک کو آزادی کی حقیقی دولت حاصل ہے اور کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ملک کا ہر شہری وہی پارٹ ادا کرنا چاہتا ہے جو دوسرے ملک کی ایک قوم اس ملک کے باشندوں کے ساتھ ادا کرتی تھی، اور کیا وہ ساری تکلیفیں کسی صورت میں موجود نہیں؟ یہ سب اس لئے کہ ملک کی آزادی کے لئے جان توڑ کوشش کی گئی اور ملک آزاد ہو گیا، لیکن انسان کے دل و دماغ اور اس کی روح کی آزادی کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی، اور وہ بدستور غلام رہے، ملک سے ظالم کو نکال دیا گیا، لیکن دل سے ظلم کی خواہش کو نہیں نکالا گیا، وہ بدستور موجود ہے اور اپنا کام کر رہی ہے۔

قلب کی روشنی

پیغمبروں نے خدا کی دی ہوئی تمام طاقت اور اپنی ساری توجہ حقیقی اور مکمل انسان کے بنانے

Marfat.com

پر صرف کی، انھوں نے صرف ملک کی آزادی کو اپنا مطمح نظر نہیں بنایا بلکہ ان احساسات کو پیدا کرنے پر اس عقیدے اور ایمان کو قلب و دماغ میں جاگزیں کرنے پر اور ان اخلاق کو پیدا کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کی جن کے ساتھ نہ باہر کی غلامی کی گنجائش تھی نہ اندر کی غلامی کی، جن کی موجودگی میں آدمی نہ دوسروں کا ظلم سہہ سکتا تھا، نہ دوسروں پر ظلم کرنا گوارا کر سکتا تھا، جن کی بدولت نہ دوسروں کا شکار ہو سکتا تھا، نہ غیروں کا شکاری بن سکتا تھا، محمد رسول اللہؐ کی مثال لیجیے، آپ کے گرد جانبازوں اور سرفروشوں کی جو جماعت اکٹھا ہو گئی تھی، اس کے ذریعہ سے آپ ہر قسم کا کام کرا سکتے تھے لیکن آپ نے سیرت و کردار کی تعمیر میں اپنی ساری قوت صرف کی، آپ نے یقیناً انسانیت کو وہ ایجادات و ذرائع اور آلات نہیں عطا فرمائے جو یورپ کے سائنسدانوں نے اس اخیر دور میں دیئے، لیکن آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ جیسے انسان عطا کیے جو انسانیت کے حق میں رحمت و برکت ثابت ہوئے، آج بھی اگر انسانیت سے سوال کیا جائے کہ اس کو ابوبکرؓ جیسا انسان حکومت و انتظام کے لیے چاہیئے یا کوئی بہتر سے بہتر ایجاد تو یقیناً اس کا جواب یہی ہوگا کہ اس کو ابوبکرؓ جیسا انسان چاہیئے، اس لئے کہ اس نے ان ایجادوں کا خوب تجربہ کر لیا ہے کہ حقیقی انسانوں کی غیر موجودگی میں وہ دنیا کے لئے ایک مصیبت اور پیغام ہلاکت بن گئی ہیں۔

شاہ کلید

دوستو! ہم نے بار بار کہا ہے، اور ہمیشہ کہیں گے کہ سب سے اہم اور مقدم کام یہ ہے کہ انسان کو حقیقی معنی میں انسان بنایا جائے، اس کے اندر سے گناہ اور ظلم کی خواہش ختم ہو، نیکی اور خدمت کا جذبہ پیدا ہو، انسانی زندگی کے رشتے میں ہزار گرہیں پڑتی ہیں، انسانی زندگی کے ہزاروں مشکلات اور مسائل ہیں، ان پر بھاری بھاری تالے پڑے ہوئے

Marfat.com

ہیں، ان سب قفلوں کے کھولنے کی ایک ہی کنجی ہے، اس کو شاہ کلید کہئیے یا "ماسٹر کی" (MASTER KEY) یہ کنجی خدا کے پیغمبروں کو ملتی ہے اور جس کو ملتی ہے انہی کے ذریعے ملتی ہے۔ یہ کنجی کیا ہے؟ خدا کی ہستی کا یقین اور اس کا خوف، اس کنجی سے انسانی زندگی کا ہر قفل آسانی سے کھل جاتا ہے اور اس کی گرہیں سلجھتی چلی جاتی ہیں، یہ سمجھئیے کہ پیغمبروں کا ہاتھ بجلی کے بٹن پر ہوتا ہے، انھوں نے سوئچ (SWITCH) دبایا اور سارا گھر روشن ہو گیا، جس کا ہاتھ اس سوئچ تک نہیں پہنچا وہ روشنی نہیں لا سکتا

سیرت سازی اور اخلاقی اصلاح کے بغیر کوئی منصوبہ کامیاب نہیں

آج ہر ملک کی تعمیر و ترقی اور جدید تنظیم کے لئے نئے پلان اور منصوبے (PROJECTS) بنائے جا رہے ہیں، ہمارے ملک میں بھی یہ کام تیزی سے ہو رہا ہے، خدا ان منصوبوں کو کامیاب کرے، لیکن یہ منصوبے ہماری نگاہ میں ابھی تک ادھورے اور ناقص ہیں، ان میں انسانیت کی تعمیر، سیرت سازی اور اخلاق اصلاح کا کوئی خانہ نہیں، ہمارا یقین ہے کہ جب تک طبیعتوں میں حرص و ہوس کی آگ سلگ رہی ہے، دولت کا بھوت سوار ہے، انسان صرف روپیہ پیدا کرنے اور اس سے عیش کرنے ہی کو زندگی کا مقصد سمجھتا ہے، اس وقت تک کوئی نقشہ اور کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا، جن ملکوں میں یہ منصوبے پورے طور پر کامیاب ہو چکے ہیں اور وہ ملک عرصہ ہوا ان منزلوں کو طے کر چکے ہیں، کیا ان کو حقیقی امن و اطمینان حاصل ہے؟ کیا وہاں جرائم نہیں ہوتے؟ جرائم میں تو وہ ملک ہمارے ملک سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہیں، وہاں دن دہاڑے ڈاکے پڑتے ہیں، بڑے بڑے دولت مندوں اور کارخانہ داروں کو راستہ چلتے اڑا لیا جاتا ہے، اور پھر ان کے عزیزوں کو دھمکا کر بڑی بڑی رقمیں وصول کی جاتی ہیں۔ آج ان ملکوں کا اخلاقی زوال اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ان کو اپنی ہستی قائم رکھنا بھی مشکل

Marfat.com

ہورہا ہے، ایک قوم پرستی اور وطنیت کا شعور ہے جو ان کو تھامے ہوئے ہے۔ پھر بھی ان کا زوال کچھ دور نہیں اور اقبال کا یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں ؎

خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھیے گرتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

کردار کی ضرورت

حضرات! یہ دولت ستانی، یہ مجرمانہ ذہنیت، یہ ظلم و ستم کی خواہش کسی مذہب کی قائل اور کسی فرقہ کی حامی نہیں، چور و مجرم کا مذہب نہ ہندو ہے نہ مسلمان، جس کے اندر یہ سپرٹ اور کیریکٹر پیدا ہو جائے، اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کس کا گلا کاٹ رہا ہے، وہ کس مذہب و ملت کا ہے، وہ تو بھائی کو بھائی نہیں سمجھتا، کوئی حادثہ اس سے بڑھ کر نہیں اور کوئی خطرہ اس سے زیادہ سنگین نہیں کہ خدا کے نام پر اس ملک میں کوئی آواز بلند کرنے والا نہ ہو، کہیں کوئی اخلاق کی اصلاح اور حقیقی انسانیت کی دعوت اور تحریک نہ ہو، آج ہمارے ادب، ہماری صحافت اور ہماری سوسائٹی پر یا تجارت کا تسلط ہے یا سیاست کا، ملک کے بڑے بڑے اخبارات اٹھا کر پڑھ لیجئے، سوائے ان دو موضوعوں کے کوئی چیز ایسی نہ ملے گی جس کا تعلق روحانیت یا اخلاق یا انسانیت سے ہو، اس بارے میں تمام سیاسی پارٹیوں اور تحریکوں کا ایک ہی مزاج ہے، کسی کو اس صورت حال سے اختلاف اور جنگ نہیں، ان کی ساری کش مکش اس لئے ہے کہ ان کو قیادت اور لیڈر شپ (LEADER SHIP) حاصل ہو اور جو کچھ ہو رہا ہے، وہ سب ہماری رہنمائی اور نگرانی میں ہو۔

Marfat.com

اخلاقی زوال

اخلاقی زوال بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اب انسان کی انسانیت کی تذلیل سے تفریح ہوتی ہے بلکہ مذاق اتنا بگڑ گیا ہے کہ انسانیت جتنی پست سطح پر اترے اتنی ہی آسودگی اور تفریح ہوتی ہے، یہ فلم اور پکچر، یہ ناول اور افسانے، یہ عریاں تصویریں اور فحش گانے کیوں آپ کی تفریح کا سامان ہیں، کیا ان میں انسانیت کو ذلیل شکل میں نہیں دکھلایا جاتا، کیا یہ آدم کے بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں کو جو آپ کے بھائی اور بہنیں ہیں ایسی شکل میں نہیں پیش کرتیں جو انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار ہیں، کیا آپ کو ان تصویروں اور کھیلوں، ان فلموں اور ناولوں میں انسانیت کی ذلت اور رسوائی نظر نہیں آتی؟ پھر آپ کی طبیعت میں کیوں اشتعال اور نفرت پیدا نہیں ہوتی، آپ ان کو کس طرح گوارا کرتے ہیں؟ جب کوئی سوسائٹی اخلاقی حیثیت سے معیاری ہوتی ہے تو اس کا کوئی فرد کسی فرد کی ذلت برداشت کرنا تو الگ رہا اس کے متعلق کسی بداخلاقی کا سننا بھی گوارا نہیں کرتا، قرآن مجید میں ایک غلط الزام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تم نے سنتے ہی کیوں نہ اسکی تردید کی اور کیوں نہ صاف کہہ دیا کہ یہ محض ایک طوفان اور اتہام ہے، تم نے اپنے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا، اور اپنے اوپر اعتماد سے کام کیوں نہیں لیا۔ یہ ہے اس سوسائٹی کی بات جو آئیڈیل (IDEAL) سوسائٹی کہلانے کی مستحق ہے جس میں ہر فرد دوسرے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس کا مقابلہ اس گری ہوئی سوسائٹی سے کیجئے جس کے کچھ افراد دوسرے افراد کی اخلاقی گراوٹ اور خلاف شرافت و انسانیت حرکات سے لذت اور تفریح حاصل کرتے ہیں، ایک انسان اپنے جسم کو عریاں کرتا ہے، ہوا و ہوس کا شکار بنتا ہے، اپنی عزت اور ضمیر کو فروخت کرتا ہے اور سیکڑوں اور ہزاروں آدمی اس کا تماشہ دیکھتے

Marfat.com

اور تفریح حاصل کرتے ہیں، اخلاقی گراوٹ اور بے تمیزی کی عبرت ناک مثال اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے، یہی وہ حالات اور آثار ہیں جن سے خطرہ ہوتا ہے کہ یہ ملک اپنی تمام مادی ترقیوں اور ظاہری خوشحالیوں کے باوجود کہیں زوال کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ بداخلاقیاں گناہ اور تعیشات کا رجحان بیماریوں اور وباؤں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، آپ کسی ایک گزشتہ قوم کا نام بتلا دیجئے، جس کے متعلق تاریخ میں یہ درج ہو کہ وہ پوری کی پوری قوم فلاں بیماری یا وبا کی نذر ہو کر بالکل فنا ہو گئی، لیکن میں آپ کو ایسی بیسیوں قوموں کا نام بتلا سکتا ہوں جو بداخلاقیوں کا شکار ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔

انسانیت

حضرات! آپ نے اس ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کی، اس کے لئے قربانیاں پیش کیں اور اس کے لئے وہ راستہ اختیار کیا جس کا آپ کے رہنماؤں نے مشورہ دیا، وہ کام اتنا ہی تھا کہ یہ ملک آزاد ہو جائے، چنانچہ یہ ملک آزاد ہو گیا، اب انسانوں میں صحیح انسانیت پیدا کرنے کے لئے از سرِ نو جدوجہد کرنی پڑے گی، اس کا یہی ایک راستہ ہے اور وہ وہی راستہ ہے جو خدا کے پیغمبروں نے بتلایا اور اس پر چل کر ان کے ماننے والے منزلِ مقصود کو پہنچے اور انھوں نے دنیا میں حقیقی انسانیت کا نمونہ پیش کیا، اس کا سرا وہی ایمان و یقین اور خدا کا خوف ہے، یہ سچی خدا پرستی اور یہ زندہ یقین اور یہ ضمیر کی بیداری پیغمبروں کے علاوہ کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی، اس کا خزانہ وہیں ہے اور ہم کو اس خزانے سے حاصل کرنے میں شرم اور عار محسوس نہیں ہونا چاہیے، اگر آج اس کے حصول اور اس کی دعوت و اشاعت کے لئے وہی جدوجہد شروع ہو

Marfat.com

ملک کی آزادی کے لئے جو قربانیاں کی گئی تھیں، وہی قربانیاں اس راستہ میں ہوں، بدیسی حکومت کو نکالنے کے لئے جو تکلیفیں برداشت کی گئی تھیں وہی سب تکلیفیں برداشت کی جائیں تو ملک کا نقشہ ہی کچھ اور ہو، حقیقی امن و اطمینان حاصل ہو، ہر طرح کی غلامیوں کا سلسلہ بند ہو، اور ملک کو حقیقی آزادی اور زندگی کا حقیقی لطف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

نفس پرستی یا خدا پرستی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی وہ تقریر
جو دعوت اصلاح و تبلیغ کے زیر اہتمام ۲۸ نومبر
۵۴ء کی شب میں امین الدولہ پارک میں ہوئی
تھی، اس اجتماع میں ہر مذہب و خیال کے
لوگ موجود تھے، بڑی تعداد میں غیر مسلم بھی شریک تھے،
حاضرین کا اندازہ دس بارہ ہزار کا کیا جاتا ہے

خطبۂ مسنونہ کے بعد

امیرِ جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

صاف اور کھری باتیں

دوستو! میں اس وقت آپ سے کچھ دل کی باتیں کہنا چاہتا ہوں، اور اس طرح کہنا چاہتا ہوں جیسے میں آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ تنہا بیٹھا ہوا گفتگو کر رہا ہوں، فی الواقع اگر کوئی اس کا امکان ہوتا کہ آپ میں سے ہر دوست سے الگ ہی الگ اپنے دل کی بات کہہ سکتا تو ضرور ایسا ہی کرتا، تاکہ آپ اسے تقریر سمجھ کر نہیں، بلکہ ایک دوست کا دردِ دل سمجھ کر سنتے، مگر کیا کروں ایسا ممکن نہیں ہے، اگر یہ چیز ممکن ہوتی تو الیکشن میں کھڑے ہونے والے امیدوار ضرور اس پر عمل کرتے اور وہ اپنی انتخابی مہم کے سلسلے میں جلسے منعقد نہ کرتے، اس لئے کہ انھیں ان جلسوں میں وہ باتیں کہنا ہوتی ہیں جو تنہائیوں میں لے جا کر کسی کے کان میں بھی کہنا گراں ہوتی ہیں یعنی اپنی تعریف، اپنی اہلیت کا اظہار اور اپنی شان میں آپ ہی قصیدہ خوانی، اس لئے میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ سے یہ درخواست کروں کہ براہ کرم میری گذارشات کو اسٹیج کی نہیں، بلکہ دل کی باتیں سمجھ کر سنیئے۔

نفس پرستی یا خدا پرستی

دوستو، اور بزرگو! دنیا میں زندگی کے بہت سے طرز رائج ہیں، اور اس کی بہت سی قسمیں سمجھی جاتی ہیں۔ مشرقی زندگی، مغربی زندگی، جدید طرز زندگی، قدیم طرز زندگی وغیرہ وغیرہ،

لیکن حقیقت میں زندگی کی بنیادی قسمیں صرف دو ہیں، ایک نفس پرستانہ زندگی، دوسری خداپرستانہ زندگی، باقی جتنی قسمیں جتنے مختلف ناموں سے مشہور ہیں وہ سب ان ہی دو کی شاخیں ہیں۔

پہلی قسم کی زندگی یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ایک شتر بے مہار سمجھ کر زندگی گذارے اور جو من میں آئے وہ کر گزرے، اس کو من مانی زندگی بھی کہہ سکتے ہیں، دوسری قسم کی زندگی ایسے آدمی کی زندگی ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اسے کسی نے پیدا کیا ہے، وہ پیدا کرنے والا ہی اس کی زندگی کا مالک اور حاکم ہے، وہ اس کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے، اس کی طرف سے زندگی گذارنے کے کچھ ضابطے اور قاعدے ہیں جن کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

نفس پرستی خداپرستی سے ہمیشہ برسرپیکار رہی ہے

ہندوستان میں مہابھارت ایک بہت بڑی تاریخی لڑائی ہوئی ہے۔ مجھے اس کی تاریخی حیثیت سے انکار نہیں ہے، مگر اس دنیا میں ایک دوسری مہابھارت بھی پائی جاتی ہے یہ ہندوستان کی مشہور مہابھارت سے زیادہ قدیم ہے، یہ وہ لڑائی ہے جو خداپرستی اور نفس پرستی کے درمیان ہمیشہ سے جاری ہے، یہ لڑائی کسی ایک ملک ہی تک محدود نہیں رہی ہے، بلکہ دنیا کے ہر ہر ملک میں پہنچی اور نہ یہ جنگ کے میدانوں ہی تک محدود رہی، بلکہ اس کے معرکے گھروں کے اندر بھی ہوئے ہیں، یہ زندگی کے دو اصول ہیں جو ہمیشہ ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، حضرات پیغمبران نے اپنے اپنے وقتوں میں ہر جگہ خداپرستانہ زندگی کو دعوت دی ہے، اور ان کی کامیابی کے دور میں اسی قسم کی زندگی کا دور دورہ رہا، لیکن نفس پرستی ہمیشہ کے لئے کبھی فنا نہیں ہوئی، بلکہ اسے

Marfat.com

ع وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دُکان اپنی بڑھا گئے

آج نہ گھروں میں خدا کا ذکر ہے، نہ ریلوں میں، حتیٰ کہ مسجدوں، مندروں میں بھی اس کا ذکر فکر کم سے کم ہوتا جا رہا ہے، آج جگہ جگہ ہوا و ہوس اور نائو نوش کا شور برپا ہے، رہی سہی کمی، یہ سینما پوری کر دیتے ہیں جو حیوانی جذبات بھڑکانے کا خاص کام کرتے ہیں، روح بے قرار ہے، اللہ کا بندہ کہاں جائے؟ اگر صرف پیسہ ہی کمانا انسان کا کام ہے، اور پیٹ بھر لینا ہی اس کا فرض تھا تو یہ دل انسان کو کیوں دیا گیا، دماغ کیوں عطا کیا گیا، ایسی بے چین اور بلند پرواز روح کیوں بخشی گئی، ایسی گوناگوں اور عجیب و غریب صلاحیتیں کیوں ودیعت کی گئیں؟

کسی کو انسانیت کا درد نہیں

یورپ نے انسان کو ایندھن سمجھ لیا، وہ اپنی عزت و خواہشات کے الاؤ میں انسان کو لکڑی کوئلہ کی طرح ڈالتا جا رہا ہے، امریکہ کی خواہش ہے کہ شمالی کوریا اور کمیونسٹ چین کو بھینٹ چڑھا دے، روس چاہتا ہے کہ قوم پرست چین کو تباہ کر کے رکھ دے، پورا یورپ چاہتا ہے کہ مشرق بعید یا مشرق وسطیٰ جنگ کا میدان بن جائے، کسی کو انسانیت کا درد نہیں، کسی کے دل میں انسان کا احترام نہیں، سب خدا کی مملکت کے غاصب بننا چاہتے ہیں، کوئی خدا کا نائب بننا نہیں چاہتا، کوئی اپنے کو اس مقدس وقف کا متولی نہیں سمجھتا۔

ایشیا اور افریقہ میں بھی حکومتوں کی بنیاد ہدایت و رہنمائی کے اصول، انسانوں کی فلاح و بہبود، اخلاقی اصلاح اور انسانیت کی ترقی پر نہیں۔ سب کی بنیاد مالی وسائل اور آمدنی کے وسائل کی ترقی و اضافہ پر ہے، ان کے نزدیک قوم کی اخلاقی حالت اور انسانی مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کے لئے کوئی مالی نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں، اگر کسی غلط ادارہ یا کسی تفریحی

Marfat.com

صنعت سے اس کو بڑی آمدنی ہوتی ہے اور قوم کے کسی طبقہ یا نئی نسل کو اس سے نقصان پہنچتا ہے تو وہ کبھی اس آمدنی سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں، چاہے آئندہ نسلیں بالکل تباہ اور اخلاق بالکل برباد ہو جائیں۔

خود کرنے کا کام

دوستو! اس وقت ایمان واخلاق اور انسانیت کا مسئلہ نہ حکومتوں پر چھوڑا جا سکتا ہے نہ اداروں اور تعلیم گاہوں پر، یہ بڑا وسیع اور عالمگیر مسئلہ ہے، اس کے لئے ہم سب کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے، یاد رکھئے جس کام کو افراد اور عوام کرنے کے لئے تیار نہ ہوں اور جس کی اہمیت کا احساس جمہور اور عوام کو نہ ہو وہ کام کتنا بھی آسان ہو عمل میں نہیں آسکتا۔ اور بڑی سے بڑی حکومت بھی اس کو انجام نہیں دے سکتی، اس کے لئے عمومی اور عوامی کوشش کی ضرورت ہے۔

پیغمبروں نے اپنی ذات اور عام افراد کی کوشش سے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا، ہم کو آپ کو انکے نقش قدم پر چل کر اس کی کوشش کرنی چاہیئے، خود اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور عام اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے، اس کی کوشش کی جائے کہ انسان اس دنیا کو مقدس وقف اور اپنے کو ایک ذمہ دار متولی سمجھنے لگے، وہ اپنے کو اس دنیا میں خدا کی نیابت وخلافت کا اہل ثابت کرے اور اخلاق خداوندی کے ساتھ خدا کی مخلوق کے ساتھ برتاؤ کرے، یہی اصلاح کا طریقہ ہے اور اسی میں انسانیت اور دنیا کی نجات ہے۔

Marfat.com

موجودہ تہذیب کی ناکامی

ذرائع و مقاصد کا عدم توازن

۲۴ فروری ۱۹۵۵ء ۷½ بجے شب
میں بنارس کے وکٹوریہ پارک میں ایک
جلسۂ عام کو خطاب کرتے ہوئے مولانا
سید ابوالحسن علی ندوی نے فرمایا

Marfat.com

مجھے آپ بھائیوں سے جو کچھ عرض کرنا ہے، اس کے لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ توجہ اور غور سے سنیں، اگر آپ کے ذہن اس کو قبول کرلیں تو اس کو آپ دوسروں تک بھی پہنچائیں، ہم اور ہمارے احباب اور رفقاء آپ کے شہر میں آئے، آپ کو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ آپ نے یہ زحمت کیوں گوارا کی، اور آپ کو کون سا احساس یہاں لایا؟ آپ نے یہ تو اندازہ کیا ہوگا کہ کوئی بات تو ہے کہ یہ قافلہ شہر شہر پھر رہا ہے، ہم آپ کے سامنے اپنا دردِ دل پیش کرتے ہیں اور آپ کو اس درد میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔

ذرائع کی آسانی اور فراوانی

دوستو! اور بھائیو! یہ زمانہ بعض حیثیتوں سے بہت ممتاز ہے، کام کرنے کے ذرائع، جہاں تک اس زمانہ میں مہیّا ہوگئے ہیں، اتنے کبھی مہیّا نہیں ہوئے تھے، تاریخ کا ایک طالبعلم ہوں، میں جانتا ہوں کہ اتنے ذرائع کبھی انسان کے پاس اس سے پہلے جمع نہیں ہوئے تھے، ذرائع کی بہتات اس دور کی خصوصیت ہے، ذرائع آج زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر ہیں، ہم لوگ لکھنؤ سے چند گھنٹوں میں سفر طے کرکے پہنچ گئے، اس سے بھی تیز رفتار گاڑی سے یہ سفر کیا جا سکتا ہے، لوگ ہوائی جہازوں سے بھی یہاں آسکتے ہیں۔ آج سے صرف ۷۰۔۸۰ برس پہلے لکھنؤ سے کوئی بنارس آنا چاہتا تو آپ سوچئے کہ وہ کیا ذرائع اختیار کرتا اور کتنی مدت میں پہنچتا؟!

یہ تو سفر کرنے کا معاملہ ہے، ایک زمانہ تھا کہ آدمی اپنے دور افتادہ احباب اور عزیزوں کی خیریت معلوم کرنے کو ترستے تھے، مگر آج دور دراز ممالک کے لوگوں کی آواز ہم گھر بیٹھے سن سکتے

Marfat.com

Marfat.com

مجھے آپ بھائیوں سے جو کچھ عرض کرنا ہے، اس کے لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ توجہ اور غور سے سنیں، اگر آپ کے ذہن اس کو قبول کرلیں تو اس کو آپ دوسروں تک بھی پہنچائیں، ہم اور ہمارے احباب اور رفقاء آپ کے شہر میں آئے، آپ کو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ آپ نے یہ زحمت کیوں گوارا کی، اور آپ کو کون سا احساس یہاں لایا؟ آپ نے یہ تو اندازہ کیا ہوگا کہ کوئی بات تو ہے کہ یہ قافلہ شہر شہر پھر رہا ہے، ہم آپ کے سامنے اپنا دردِ دل پیش کرتے ہیں اور آپ کو اس درد میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔

ذرائع کی آسانی اور فراوانی

دوستو! اور بھائیو! یہ زمانہ بعض حیثیتوں سے بہت ممتاز ہے، کام کرنے کے ذرائع، جہاں تک اس زمانہ میں مہیا ہوگئے ہیں، اتنے کبھی مہیا نہیں ہوئے تھے، تاریخ کا ایک طالبعلم ہوں، میں جانتا ہوں کہ اتنے ذرائع کبھی انسان کے پاس اس سے پہلے جمع نہیں ہوئے تھے، ذرائع کی بہتات اس دور کی خصوصیت ہے، ذرائع آج زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر ہیں، ہم لوگ لکھنؤ سے چند گھنٹوں میں سفر طے کر کے پہنچ گئے، اس سے بھی تیز رفتار گاڑی سے یہ سفر کیا جا سکتا ہے، لوگ ہوائی جہازوں سے بھی یہاں آسکتے ہیں۔ آج سے صرف ۷۰۔۸۰ برس پہلے لکھنؤ سے کوئی بنارس آنا چاہتا تو آپ سوچیئے کہ وہ کیا ذرائع اختیار کرتا اور کتنی مدت میں پہنچتا؟!

یہ تو سفر کرنے کا معاملہ ہے، ایک زمانہ تھا کہ آدمی اپنے دور افتادہ احباب اور عزیزوں کی خیریت معلوم کرنے کو ترستے تھے، مگر آج دور دراز ممالک کے لوگوں کی آواز ہم گھر بیٹھے سن سکتے

Marfat.com

ہیں، اور اس طرح کہ گویا وہ ہم سے بات کر رہے ہیں، آج چند دن میں ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خط پہنچ جاتا ہے، اور تار اس سے بھی پہلے پہنچتا ہے، ایک زمانہ وہ تھا کہ عام حالات میں جو کوئی پردیس جاتا تو واپسی مشکوک تھی اور کہا سنا معاف کرا کے جانا پڑتا تھا، اگر کوئی برسوں میں آتا اور خیریت بتلاتا تو خدا کا شکر ادا کرتا، ورنہ کوئی خیر خبر نہیں ملتی تھی، لیکن آج اگر کوئی طول طویل سفر اختیار کرتا ہے تو وہ ہر جگہ سے اپنی خیریت بتلا سکتا ہے اور بہت آسانی سے بہت تھوڑے عرصہ میں واپس آجاتا ہے، آج حالت یہ ہے کہ آپ لندن کی آواز یہاں بیٹھے بیٹھے سن سکتے ہیں، نیویارک میں کوئی آدمی بیان دیتا ہے یا تقریر کرتا ہے تو یہاں آپ اس کی زبان سے سنتے ہیں، آج سے ۵۰ برس پہلے کوئی ایسی بات کہتا تو اس کا سمجھنا بھی مشکل ہوتا، لیکن آج اگر ان ایجادات کے بارے میں کوئی شبہ کرے تو بچے بھی اس پر ہنسیں ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، وائرلیس، ریڈیو اور مختلف قسم کی خوردبینوں کو آپ ملاحظہ کیجئے کہ جدید علمی تحقیقات اور سائنس نے ہم کو کیسے کیسے ذرائع بخشے ہیں، ہمارے دل میں بار بار یہ حسرت اور تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ اگر کبھی اس زمانہ میں نیک بننے کی خواہش، خدا پرست بننے کی خواہش، رحم دلی، انسانی ہمدردی اور ایک دوسرے سے محبت بھی ہوتی اور ان ذرائع سے صحیح کام لیا جاتا تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جاتی، رہ رہ کر ہمارے دل میں ایک ہوک اور درد اٹھتا ہے کہ کام کرنے کے ذرائع کی تو اس قدر بہتات، مگر ان ذرائع سے کام لینے والوں کا ایسا کال، آپ کو اب ذرائع تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، ذرائع خود آپ کو تلاش کرتے ہیں، آج سواریاں خود مسافر کو تلاش کرتی ہیں اور مقابلہ کرتی ہیں، آج ریلوے کی طرف سے ٹائم ٹیبل شائع ہوتے ہیں، سفر کی ترغیب دینے کے لئے صحت افزا مقامات اور تاریخی شہروں کی تصویریں اور مناظر شائع کئے جاتے ہیں، تاکہ سفر کا شوق ہو، ہوائی جہاز کی کمپنیاں اشتہار دیتی ہیں، اسٹیشن پر گاڑی سے

Marfat.com

اترتے ہی ہوٹل والوں سے سابقہ پڑتا ہے، بعض دفعہ تو وہ جھاڑ کی طرح ساتھ لگ جاتے ہیں اور ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے، ایک زمانہ تھا کہ مسافر سرائے ڈھونڈتا پھرتا تھا، اور بھٹیارے یا بھٹیارن کی تلاش کرنی پڑتی تھی، آج معاملہ برعکس ہے۔

مقاصد اور نیک خواہشات کا فقدان

لیکن جس تیزی سے ذرائع نے ترقی کی ہے، ہمارے اخلاق اور آدمیت نے ترقی نہیں کی، ایک انسان کو یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ پہلے آدمی بھلائی کرنا چاہتا تھا، اس کے پاس ذرائع نہ تھے، مگر اب وسائل ہیں تو بھلائی کی خواہش دلوں سے جاتی رہی، میں اس کی ایک واضح مثال دوں، پہلے ایک غریب گھرانے کا آدمی پردیس کمانے جاتا تھا، وہ جو کچھ کماتا تھا، اس کا گھر بھیجنا مشکل تھا، یا تو وہ خود جائے یا قسمت سے کوئی معتبر جانے والا مل جائے، وہ تڑپ کے رہ جاتا تھا، اس کو اپنے گھر والوں کی تکلیف، بچوں کی بھوک اور ان کا رونا یاد آتا تھا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا، نہ ڈاک خانہ تھا، نہ نقل و حمل کی آسانیاں مگر اب شہر شہر اور قصبہ قصبہ ڈاک خانے کھلے ہیں، روپیہ منی آرڈر کے ذریعہ بھیجا جا سکتا ہے، اور تار کے ذریعے بھی، لیکن کمانے والے کے دل میں روپیہ بھیجنے کی خواہش، گھر والوں کی تکلیف اور گاؤں والوں کی غربت کا احساس ہی نہیں، سنیما، تفریح گاہوں، کھیل تماشوں اور ہوٹل اور ریسٹوران سے کچھ بچتا ہی نہیں کہ وہ گھر بھیجے، ڈاک خانہ کا تو یہ کام ہے کہ اگر کوئی روپیہ بھیجے تو اس کو پہنچا دے لیکن اگر کوئی بھیجنا ہی نہ چاہے تو ڈاک خانہ کچھ نہیں کر سکتا، اس کا کام اخلاقی تعلیم یا نیکی کی ترغیب نہیں ہے، پہلے لوگ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے بھی مشکل سے رکھتے تھے اور سب غریب گھر والوں کو اور گاؤں کے ضرورت مندوں کو بھیج دینا چاہتے تھے، مگر آج بھیجنے اور مدد کرنے کے تو سب ذرائع موجود ہیں، آدمی کے اندر غریبوں کی مدد کا جذبہ نہیں، مدد کی خواہش فنا ہو چکی، ہمارے

Marfat.com

تمدن میں اس کا ذکر ہی نہیں، اب یہ ذرائع کیا کارآمد ہو سکتے ہیں؟

ذرائع اور آسانیاں نیک خواہشات کی خانہ پری نہیں کر سکتیں

ذرائع، جذبات، اچھی خواہشات اور نیک ارادوں کی خانہ پری نہیں کر سکتے، آج منی آرڈر ہے، تار ہے، آمد و رفت آسان ہے، دولت کی افراط ہے، مگر اس کا کیا علاج کہ غریبوں کی مدد کا جذبہ اور طبیعت میں انسانوں کی خدمت کا تقاضا نہیں، دنیا کا کون سا ادارہ اس خواہش کو پورا کر سکتا ہے، اور ایسی حالت میں ذرائع کیا مدد کر سکتے ہیں؟

میں اس کی ایک دوسری مثال دیتا ہوں، آپ پرانی کتابیں اٹھا کر دیکھیے، بڑے بڑے اللہ کے نیک بندے یہ آرزو لئے دنیا سے چلے گئے کہ اللہ ان کو حج نصیب کرے، انھوں نے فرطِ محبت اور شوق میں سیکڑوں اشعار کہے اور بیسیوں مضمون لکھے، لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی، کیونکہ ان کے پاس اتنا پیسہ تھا نہ سفر کی یہ سہولتیں موجود تھیں، فرض کیجئے کہ روپیہ بھی ہو اور سفر کی سب آسانیاں بھی، لیکن حج کی خواہش اور شوق نہ ہو تو بتائیے کہ یہ ذرائع کیا کر سکتے ہیں؟ پہلے کاشی، گیا اور متھرا کی یاترا کے لئے لوگ سیکڑوں میل سے پیدل آتے تھے، اور سفر کی تکالیف اٹھاتے تھے، فرض کیجئے آج سفر کی سب آسانیاں ہیں، تیز رفتار سواریاں ہیں مگر یاترا کا شوق اور جذبہ نہیں ہے تو یہ ذرائع کیا کر سکتے ہیں؟

ذرائع سے پہلے ان سے کام لینے والے چاہئیں

پیغمبروں کو یہ معلوم تھا کہ ذرائع سے پہلے ان سے کام لینے والوں کی ضرورت ہے، اللہ نے انھیں عقلِ ایمانی اور نورِ نبوت عطا کیا تھا، انھوں نے ذرائع پیدا کرنے سے پہلے ذرائع سے ٹھیک

Marfat.com

ٹھیک کام لینے والے پیدا کیئے، سواریاں مہیا کرنے سے پہلے ان سے فائدہ اٹھانے والے اور نیک مقاصد سے سفر کرنے والے پیدا کیئے، پیسہ کمانے سے پہلے اس کو صحیح مصرف پر صرف کرنے والے اور صحیح طریقہ سے استعمال کرنے والے پیدا کیئے، ذرائع پیدا کرنے سے پہلے اپنی قوتوں اور خدا کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کا استعمال سکھایا، انھوں نے انسان کے اندر اچھی خواہشیں پیدا کیں، اور اچھی خواہشات یوں ہی نہیں پیدا ہوتیں، وہ یقین اور عقیدے سے پیدا ہوتی ہیں، یقین خواہش پیدا کرتا ہے، خواہش عمل کا ارادہ پیدا کرتی ہے اور عمل ذرائع سے کام لیتا ہے، ذرائع اور انسانی کوششوں کے نتائج ہمیشہ انسان کے ارادہ کے تابع رہے۔ نیک خواہشات اس زندگی کی سب سے بڑی طاقت اور دولت ہے، مگر دنیا کے بڑے بڑے فلسفی لیڈر اور سائنسداں اس نکتہ کے سمجھنے سے قاصر رہے، یہ صرف خدا کی رہنمائی اور پیغمبروں کی فراست تھی کہ انھوں نے پہلے نیک خواہش پیدا کی، انسان کو نیک بننے، دوسروں سے ہمدردی کرنے اور نیکی کو پسند کرنے والا بنایا۔ ذرائع ان کے قدموں کے نیچے تھے، اور ان کی خواہشات کے پیچھے پیچھے، ان کا ذہن صحیح رہبری سے نہیں ہٹتا تھا، وہ انسانوں کے دل بناتے تھے، وہ انسانوں کے دماغ ڈھالتے تھے۔ اللہ کے پیغمبروں نے دنیا کو سائنس نہیں دی، انسان دیئے، اور انسان ہی اس دنیا کا حاصل ہے۔

پیغمبروں نے انسان تیار کیئے

پیغمبروں نے وہ انسان تیار کیئے جو اپنے نفس پر قابو رکھتے تھے، اور ذرائع سے بجائے اپنی خواہشات کی تکمیل کا کام لینے کے انسانیت کی خدمت کا کام لیتے تھے، ان میں سے بعض ایسے تھے جن کو وہ ذرائع حاصل تھے جن سے وہ دنیا کا بڑے سے بڑا عیش کر سکتے تھے لیکن

Marfat.com

انھوں نے نہیں کیا۔ وہ شاہانہ زندگی گذار سکتے تھے، لیکن انھوں نے زہد وقناعت کی زندگی گذاری، حضرت عمرؓ کو وہ وسائل بھی حاصل تھے جن سے قیصر روم نے عیش وعشرت کی زندگی گذاری اور وہ وسائل بھی حاصل تھے جن سے شہنشاہ ایران نے وہ داد عیش دی، جو دنیا کے کم بادشاہوں نے دی، حضرت عمرؓ کے قدموں کے نیچے روم کی پوری سلطنت تھی اور ایران کا پورا ملک تھا، مصر اور عراق جیسے پُر وسائل اور زرخیز ممالک ان کے قبضے میں تھے، ہندوستان کے قریب تک ان کی فوجیں آچکی تھیں، ایشائے کوچک کے بعض علاقے ان کے قبضے میں آچکے تھے، ایسا شخص اگر عیش کرنا چاہتا تو اس کو کیا کمی تھی، مگر انھوں نے اس عظیم سلطنت اور ان کثیر وسائل سے کوئی ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا، ان کی سادہ زندگی کا تو یہ حال تھا کہ انھوں نے قحط کے زمانے میں گھی تک کا استعمال چھوڑ دیا تھا اور تیل کھاتے کھاتے ان کا سرخ وسپید رنگ سانولا پڑ گیا تھا، انھوں نے اپنے اوپر اتنی تنگی کی تھی کہ لوگ کہتے تھے کہ اگر یہ قحط جلد ہی ختم نہ ہوا تو عمرؓ بچتے نظر نہیں آتے۔

انھیں کے ہم نام عمر بن عبدالعزیز اس سے بھی بڑی سلطنت کے مالک تھے، ان کا حال یہ تھا کہ حکومت کے خزانے سے سردیوں میں عام مسلمانوں کے لیے جو پانی گرم ہوتا تھا، اس سے غسل کرنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، ایک رات آپ حکومت کا کام کر رہے تھے ایک شخص آیا اور اس نے آپ کی مزاج پرسی کی اور آپ کے ذاتی حالات پر گفتگو کرنے لگا، آپ نے چراغ گل کر دیا جس میں بیت المال کا تیل خرچ ہو رہا تھا تاکہ اس گفتگو میں جو حکومت کے کام سے غیر متعلق تھی، حکومت کا تیل خرچ نہ ہو، اگر وہ عیش کرنے پر آتے تو تمام دنیا کے عیش پرست مات ہو جاتے، کیونکہ ہر طرح کے وسائل کے وہ مالک تھے اور اس وقت کی متمدن دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے حکمراں تھے، یہ رسول اللہ کی تعلیم تھی کہ

Marfat.com

ان ذرائع کے باوجود ان کی زاہدانہ زندگی میں کچھ فرق نہ آیا۔

یورپ کی بے بسی مقاصد سے محرومی

دوستو! اور بھائیو! یورپ کی آج سب سے بڑی کمزوری اور بے بسی یہ ہے کہ اس کے پاس وسائل اور ذرائع کا خزانہ موجود ہے لیکن نیک خواہشات اور نیک ارادوں کا فقدان ہے۔ وہ ایک طرف وسائل اور ذرائع میں قارون ہے، دوسری طرف نیک مقاصد میں محض مفلس اور قلاش! اس نے کائنات کے راز منکشف کئے اور طبعی طاقتوں کو اپنا غلام بنایا، اس نے سمندروں اور فضاؤں پر فرمانروائی حاصل کی..... لیکن وہ اپنی خواہشات اور نفس پر قابو نہ حاصل کرسکا۔ اس کائنات کے عقدے حل کئے، لیکن اپنی زندگی کی پہیلی نہ بوجھ سکا۔ اس نے منتشر اجزاء اور طبعی طاقتوں میں نظم و ترتیب قائم کی اور اس نے اس مادی زندگی میں انقلاب برپا کردیا، لیکن وہ اپنی زندگی کا انتشار دور نہ کرسکا۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

کاش اس کے پاس اتنے عظیم وسائل نہ ہوتے لیکن نیک خواہش اور انسانیت کی خدمت کا سچا جذبہ ہوتا۔

وسائل باعثِ ہلاکت کیوں؟

ذہن کی کجی اور نیت کی خرابی نے ان وسائل کو انسانیت کے لئے حد درجہ خطرناک بنا دیا ہے، ایک شخص جس کا دل بے رحم اور ظالم ہے، اگر اس کے پاس تیز چھری ہے تو وہ

Marfat.com

زیادہ نقصان پہنچائے گا، اور کند چھری ہے تو کم نقصان پہنچائے گا، تمدن نے ترقی کی، لیکن انسان کی سیرت نے ترقی نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نئے وسائل انسان کے لئے عذاب جان بن گئے، تیز رفتار سواریوں نے ظلم کی رفتار تیز کر دی اور ظالموں کو چشم زدن میں ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچا دیا، آج سے پہلے ظالم بیل گاڑیوں پر بیٹھ کر جاتے تھے، اور ظلم کرتے تھے، چونکہ پہنچنے میں جتنی دیر لگتی تھی، ظلم میں اتنی ہی تاخیر ہوتی تھی۔ اور کمزوروں کو سانس لینے اور کچھ دن آرام سے سونے کا موقع ملتا تھا۔ زمانہ نے ترقی کی اور نئے دور کے ظالم تیز رفتار سے تیز رفتار سواریوں پر بیٹھ کر دنیا کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک آسانی سے پہنچ جاتے ہیں اور کمزور قوموں کو دلوچ لیتے ہیں اور ان کو دم کے دم میں فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

تہذیب جدید کی ناکامی

حضرات! یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے مفکر اب اس کا اعتراف کرنے لگے ہیں کہ تہذیب جدید نے وسائل پیدا کئے مگر مقاصد نہیں دیئے، وسائل بغیر مقاصد کے بیکار ہیں ہم ایشیا کے رہنے والے یورپ سے کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے وسائل اور تمہاری ترقیاں اور تمہارے انکشافات ناقص ہیں۔ سو ذریعے ایک مقصد کی بھی خانہ پری نہیں کر سکتے، تمہاری تہذیب، تمہارا فلسفہ زندگی، تمہاری ترقیاں، اچھے مقاصد اور نیک خواہشات پیدا کرنے سے قاصر ہیں، تم یہ تو کر سکتے ہو کہ اچھے سے اچھے کام کے ذرائع پیدا کر دو، مگر اچھے کام کرنے کا رجحان پیدا نہیں کر سکتے، رجحان کا تعلق دل سے ہے، اور تمہارے وسائل اور تمہاری ایجادات کی وہاں تک رسائی نہیں، اور جب تک اچھے کام کا رجحان نہ ہو، ذرائع اور کام

کے امکانات کچھ نہیں کر سکتے، اچھے کام کا رجحان اور اس کا شدید تقاضا پیدا کرنا پیغمبروں کا کام تھا، اور ان کی تعلیم اب بھی اس کا واحد ذریعہ ہے، انھوں نے بہت بڑے پیمانہ پر اسکو پیدا کر کے دکھادیا، لاکھوں انسانوں کے دل میں نیک کام کی خواہش، خدمت کا جذبہ، ظلم اور بدی کی نفرت پیدا کر دی، اور انھوں نے اپنے محدود ذرائع سے وہ کام کر کے دکھا دیئے جو آج وسیع ذرائع سے نہیں ہو رہے ہیں۔

مذہب کے کرنے کا کام

بہت سے بھائی اس زمانے میں سمجھتے ہیں کہ مذہب کے پاس کوئی پیغام نہیں، اور مذہب اس دور کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا، مگر میں اس کی تردید کرتا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ مذہب آج بھی یورپ کی رہنمائی کر سکتا ہے، صحیح اور طاقتور مذہب ہی ہے جو نیکی کا رجحان اور نیک عمل کی خواہش پیدا کرتا ہے اور یہی زندگی کی کنجی ہے۔ آج دنیا سخت انتشار میں مبتلا ہے، یورپ کے پاس وسائل ہیں، مقاصد نہیں، اگر وسائل اور مقاصد کا جوڑ ہو جائے تو دنیا کا نقشہ بدل جائے۔

ذرائع کی کثرت نے ملکوں کو غلام بنایا

آج اس تہذیب نے اتنے وسائل پیدا کر دیئے کہ ان سے کام لینے کا میدان نہیں ملتا۔ وسائل اپنے لئے منڈیاں تلاش کر رہے ہیں۔ یہ تلاش و جستجو قوموں کو غلام بنانے اور آزاد ملکوں کو اپنی تجارت کی منڈی بنانے پر آمادہ کرتی ہے، کبھی کبھی اسکو جنگ کی ضرورت پڑتی ہے، تاکہ یہ نئے نئے اسلحہ ٹھکانے لگیں۔ جنگ عظیم کی بنیاد ہی ان ہوس پرست اسلحہ سازوں

Marfat.com

اور کارخانہ داروں نے ڈالی تھی جن کو اپنے سامان کی کھپت جنگ ہی میں نظر آتی تھی۔ آج کپڑوں، جوتوں اور طرح طرح کے صنعت کے نمونے نکلتے ہیں اور ان کی کھپت کے لئے جگہ نہیں، ہماری اس تہذیب کو ذرائع کا تخمہ ہو گیا ہے اور اخلاقی قوت اور یقین کی روشنی اسکے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں۔

ایشیا کا فرض

ایشیائی ممالک کا فرض تھا کہ وہ یورپ کے مال کی منڈی بننے کے بجائے اور یورپ کے ذرائع و وسائل کی خوشہ چینی کے بجائے اس نازک وقت میں یورپ کی مدد کرتے، اس کو اخلاق کا سبق دیتے، اس میں ایمان و یقین کی روشنی اور اخلاقی رجحان پیدا کرنے کی کوشش کرتے، اس لئے کہ ان کے پاس مذہب کی طاقت ہے اور یورپ صدیوں پہلے اس دولت سے محروم ہو چکا ہے، لیکن افسوس ہے کہ یہ ملک خود اس اخلاقی رجحان اور انسانی صفات میں دیوالیہ ہوتے جا رہے ہیں، وہ خود یورپ کی بیماریوں کا شکار ہوتے جا رہے ہیں، ان ممالک میں خود فراموشی، خود غرضی کی وبا پھیلی ہوئی ہے اور دولت پیدا کرنے کا ایک جنون سوار ہے، ان ممالک کی سوسائٹی کو گھن لگ گیا ہے، ان ممالک کے لئے یہ سب سے بڑا خطرہ ہے، اس سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ ملک کا کوئی ادارہ اور کوئی جماعت اس خطرے کو محسوس نہیں کر رہی ہے اور اخلاق کی اصلاح ایمان و یقین کی تبلیغ اور سیرت کی تعمیر کا کام انجام نہیں دے رہی ہے، حالانکہ یہ کام ہر کام پر مقدم تھا اور ہر تعمیری کام کی تکمیل اسی پر منحصر ہے۔

Marfat.com

وقت کا سب سے اہم کام

بھائیو! یہ بات سارے سال کے لئے کافی ہے، اور میں اس امید پر یہ کہہ رہا ہوں کہ شاید کوئی ایک بیدار مغز، زندہ دل، سلیم الفطرت انسان میری بات کو مان لے، کہنے اور کرنے کی بات یہی ہے کہ پیغمبروں کا راستہ اختیار کیا جائے، خدا کی ہستی کا یقین اور مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین پیدا کیا جائے، زندگی میں خدا کی فرمانبرداری اختیار کی جائے جن کو خدا نے علم دیا ہے، دولت دی ہے، وسائل دیئے ہیں، وہ دنیا میں نیکی کی زندگی کے لئے کوشش کریں، معلومات اور اخلاق میں مناسبت اور توازن قائم کیجئے، معلومات اور زبان تو رشیوں کی، اور عمل اور اخلاق راکششوں کے، یہ کہاں کی انسانیت ہے؟ جب تک وسائل اور مقاصد میں ہم آہنگی اور علم اور اخلاق میں تناسب نہیں ہوگا، یہ دنیا اسی طرح برباد ہوتی رہے گی، وسائل آپ کو یورپ سے مل سکتے ہیں، میں ان کے اختیار کرنے سے منع نہیں کرتا، لیکن مقاصد اور اچھے رجحانات اور خواہشات آپ کو ایک پیغمبر ہی سے مل سکتے ہیں، اور آپ کے لئے اس سے فائدہ اٹھانے کا ہر وقت موقع ہے، اس سے یقین کی دولت اور نیکی کا رجحان لے کر آپ اپنی زندگی کو بھی بنا سکتے ہیں اور یورپ کو بھی اس ہلاکت سے بچا سکتے ہیں، جو اس کے سر پر اور اس کے ذریعہ ساری دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

جب بھی موقع ملا وہ زندگی پر قابض ہو گئی۔ بد قسمتی سے ہمارا زمانہ وہ ہے جس میں نفس پرستی زندگی پر پوری طرح مسلط ہے، زندگی کا ہر شعبہ اور ہر میدان اس کی گرفت میں آیا ہوا ہے گھروں میں نفس پرستی، بازاروں میں نفس پرستی، دفتروں میں نفس پرستی، کارخانوں میں نفس پرستی، گویا ایک سمندر ہے جو خشکی میں پورے زور شور سے بہہ رہا ہے، اور ہم اس میں گلے گلے اترے ہوئے ہیں۔

نفس پرستی مستقل ایک مذہب ہے

نفس پرستی اب مستقل ایک مذہب بن چکا ہے، نہیں! بلکہ ہمیشہ سے اس کی یہ نوعیت رہی ہے اور اس مذہب کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ رہتی ہے، ہر چند کہ مذاہب کی فہرست میں اس نام کا کوئی مذہب نہیں بتلایا جاتا اور نہ اس نام سے کسی مذہب کے ماننے والوں کی تعداد کا شمار کیا جاتا ہے، مگر یہ اپنی جگہ بالکل حقیقت ہے کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے، اور اس کے ماننے والے سب سے زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں، آپ کے سامنے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے اعداد و شمار آتے ہیں کہ عیسائی مذہب کے پیرو اتنے، اسلام کے پیرو اتنے اور ہندو دھرم کے ماننے والے اتنے، مگر ان میں سے ہر ایک میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو کہلاتے تو ہیں مذہباً عیسائی، ہندو اور مسلمان، لیکن در حقیقت اسی مذہب نفس پرستی کے پیرو ہیں۔

نفس پرستی کی زندگی کا رواج اور اس مذہب کی مقبولیت صرف اس وجہ سے ہے کہ آدمی کو اس میں مزہ بہت آتا ہے، مانا کہ نفس پرستی کی زندگی بڑے مزے کی اور بڑے لطف کی زندگی ہے اور ہر آدمی کی طبعی خواہش لطف اندوزی ہوتی ہے، لیکن اگر دنیا کے

Marfat.com

تمام انسانوں کو سامنے رکھ کر سوچا جائے تو پھر اس قسم کی زندگی دنیا کے لئے ایک لعنت ہے، اور اس کی ساری مصیبتیں اور سارے دکھ اسی نفس پرستی کا نتیجہ ہیں اور دنیا کی ساری تباہیوں تمام قحطوں اور ناانصافیوں کی ذمہ داری انھیں لوگوں پر عائد ہوتی ہے، جو اس منحوس مذہب کے پیرو ہیں۔

اس دنیا میں اس مذہب کی گنجائش صرف اس صورت میں نکل سکتی ہے کہ پوری دنیا میں صرف ایک انسان کا وجود ہو، اسی صورت میں وہ اپنے نفس کی مانگوں کو من ملنے طور پر پورا کرنے کا حقدار ہو سکتا ہے، لیکن واقعہ یوں نہیں ہے، اس دنیا کے پیدا کرنے والے نے اس میں کروڑوں اربوں انسانوں کو بسایا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نفس، خواہشات نفس اور ضروریات نفس لگی ہوئی ہیں، ایسی صورت میں جو شخص بھی من مانی زندگی گذارنے کی کوشش کرتا ہے وہ گویا اس واقعہ سے آنکھ بند کرتا ہے کہ اس کے ساتھ اسکے اور بھی ہم جنس رہتے ہیں، لیکن واقعہ سے آنکھیں بند کرنے سے واقعہ غلط نہیں ہو جاتا، وہ اپنی جگہ پر رہتا ہے، اس لئے کچھ لوگوں کی نفس پرستی کا نتیجہ لامحالہ دوسروں کی مشکلات اور مصائب کی شکل میں نکلے گا

نفس پرست من کا راجہ ہوتا ہے

نفس پرستی کی زندگی گذارنے والا من کا راجہ ہوتا ہے، من کا راجہ وہ راجہ ہے کہ ساری کائنات میں بھی اس کی خواہشات کا سکہ چلے تو اس کا پیٹ اتنے میں بھی نہیں بھر سکتا، وہ اس سے اور زیادہ کا خواہشمند رہے گا —— غور فرمائیے کہ جب یہ ساری کائنات بھی ایک من کے راجہ کی تسکین کے لئے ناکافی ہے تو آج جو ایک ایک گھر کی محدود سی دنیا میں کئی کئی من

Marfat.com

کے راجہ پائے جاتے ہیں، وہ کیونکر تسکین اور چین پا سکتے ہیں، اس نفس پرستی کے مرض نے ایک ایک گھر میں چار چار من کے راجہ پیدا کر دیئے ہیں، باپ بھی راجہ، ماں بھی رانی، بیٹا بھی راجہ اور بیٹی بھی من کی رانی تو کیونکر گھروں میں چین اور سکون رہ سکتا ہے؟ یہ نفس پرستی کی زندگی جس کو ہر شخص حاصل کرنا چاہتا ہے، ایک آگ بنی ہوئی ہے جس میں ایک گھر کے افراد بھی جل رہے ہیں، ایک ملک کی قوم بھی جل رہی ہے اور دنیا کی پوری آبادی جھلس رہی ہے۔

نفس پرستی کی زندگی مصیبتوں کی جڑ ہے

دوستو! دنیا کی مصیبتوں کی جڑ یہی ہے کہ ہر شخص اپنے نفس کی اطاعت کرنا چاہتا ہے اور ان مصیبتوں کا علاج یہ ہے کہ من کا کہا ماننے کے بجائے خدا کی اطاعت کرو، یہ دنیا کروڑوں کی تو کیا دو آدمیوں کی بھی من مانی کی گنجائش اپنے اندر نہیں رکھتی، اس لئے من مانی زندگی گزارنے کے خیال کو چھوڑ دو اور اس طرح زندگی گذارنے کی کوشش کرو جس کا پیغام اللہ کے پیغمبر نے دیا تھا۔ یعنی خدا پرستی کی زندگی، اس دنیا کے پیدا کرنے والے نے ہر زمانہ میں اس زندگی کے پیغامبر پیدا کئے، کیونکہ اسی طرز زندگی سے دنیا کا نظام چل سکتا تھا۔ ان پیغمبروں نے پوری طاقت سے اس طرز زندگی کی دعوت دی اور نفس پرستی کا زور توڑنے کی اپنی طاقت بھر پوری کوشش کی لیکن جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ پھر بھی نفس پرستی کا رواج دنیا میں مٹا نہیں، اور جب بھی خدا پرستی کی دعوت کمزور پڑی، نفس پرستی کا رواج بڑھ گیا اور اس کا سیلاب آتے ہی دنیا کے عام لوگوں کی مصیبتیں بھی بڑھ گئیں اور ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئیں، مثال کے طور پر چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ دیکھئے۔ اس صدی میں نفس پرستی کی زندگی کا رواج انتہائی عروج کو پہنچ گیا

Marfat.com

تھا، ملک ملک اس کا دور دورہ تھا، یہ ایک بہتا ہوا دریا تھا جس کے دھارے پر ہر چھوٹا بڑا بہہ رہا تھا، بادشاہ اپنی نفس پرستی میں مبتلا تھے، رعایا ان کی نقل میں نفس پرستی کا شکار تھی۔ مثال کے طور پر ایران کا حال بیان کرتا ہوں:۔ وہاں قوم کا ہر طبقہ نفس پرستی کا بیمار تھا۔ شاہِ ایران کی نفس پرستی کا یہ حال تھا کہ اس کی بیویوں کی تعداد بارہ ہزار تھی، جب مسلمانوں نے اس ملک کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے حملہ کیا اور ایران کا بادشاہ تخت چھوڑ کر بھاگا تو ایسے نازک وقت میں بھی یہ حال تھا کہ اس کے ہمراہ ایک ہزار باورچی تھے، ایک ہزار گویئے تھے اور ایک ہزار بازاور شکرے کے محافظ و منتظم تھے، مگر اس پر بھی اس کو افسوس تھا کہ بڑی بے سروسامانی میں نکلنا ہوا ہے، اس زمانے کے جنرل اور سپہ سالار ایک ایک لاکھ کی ٹوپی اور ایک ایک لاکھ کا پٹکا لگاتے تھے، اونچی سوسائٹی میں معمولی کپڑے پہننا گویا جرم تھا، لیکن اس طبقے کی نفس پرستی نے عوام کو کن مشکلات میں مبتلا کر دیا، اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ کسانوں کا یہ حال تھا کہ وہ لگان بھی نہیں دے سکتے تھے اور زمینیں چھوڑ چھوڑ کر خانقاہوں اور عبادت گاہوں میں جا بیٹھتے تھے، متوسط طبقہ کے لوگ امراء کی ریس میں دیوالیہ ہوئے جا رہے تھے، چنانچہ معاشی لوٹ کھسوٹ برپا تھی، غرض زندگی کیا تھی، ایک ریس کا میدان تھی، ظلم و زیادتی عام تھی، ہر بڑا اپنے چھوٹے کو اور حاکم اپنے محکوم کو لوٹنے اور اس کا خون چوسنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اور پوری سوسائٹی میں ایک سڑاہند پھیلی ہوئی تھی۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ایسی سوسائٹی میں اخلاق، عقائد اور کیریکٹر کیسے پنپ سکتا ہے اور کس کو آخرت کی فکر اور اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس رہ سکتا ہے، ان تمام اعلیٰ چیزوں کو تو نفس پرستی کا سیلاب بہائے لئے چلا جا رہا تھا، لیکن کوئی نہ تھا جو اس سیلاب پر بند باندھتا اور اس دھارے کو روکتا، علماء، ادباء اور فلاسفہ سب اسی کے رخ پر تنکوں کی طرح بہہ رہے تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نفس پرستی کے دھارے کو موڑا

کسی میں ہمت نہ تھی جو دھارے کے رُخ کے خلاف پیر کر دکھاتا اور دھارا بھی کون سا؟ پانی کا نہیں، عام رواج کا دھارا؛ اس کی ہمت ایک شیر دل انسان ہی کر سکتا ہے۔ اللہ کو منظور تھا کہ اس دھارے کا رخ موڑا جائے، اس کام کے لئے اس نے عرب میں ایک انسان کو پیدا کیا اور اس کو نبوت عطا کی، جس کو ہم محمد رسول اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جنھوں نے دھارے کے خلاف صرف پیر کر ہی نہیں، بلکہ اس کا رخ موڑ کر دکھا دیا ــــــ

اس وقت کسی ایسے آدمی سے کام نہیں چل سکتا تھا جو دھارے کا رخ تو نہ موڑ سکے، بلکہ اس میں بہنے والی چیزوں کو نکال لائے، اس لئے کہ اس وقت کوئی ایسا محفوظ مقام نہ تھا، جہاں اس سیلاب کا دھارا نہ چل رہا ہو۔ عبادت گاہوں اور کلیساؤں تک کو تو اس سیلاب نے اپنی زد میں لے رکھا تھا۔ اس سمندر میں کوئی ٹاپو نہ تھا، اور اگر تھا تو وہ ہر آن خطرے کی زد میں تھا، ایمان، اخلاق، شرافت، تہذیب اور مختصر الفاظ میں انسانیت کی روح کو اس سیلاب سے بچانے کا کام اگر کوئی شخص کر سکتا تھا تو وہی شخص کر سکتا تھا جس میں دھارے کا رخ موڑ دینے کی ہمت ہو، ایسی ہستی اس وقت صرف اللہ کے اسی آخری پیغمبر کی تھی جس نے رواج عام کے اس دھارے کو جو ایک طوفانی انداز میں نفس پرستی کی سمت بہہ رہا تھا، چند سال کی کوشش سے خدا پرستی کی طرف پھیر دیا، ہمیں جو چھٹی صدی عیسوی کی دنیا کی تاریخ میں ایک دم سے ایک حیرت انگیز انقلاب نظر آتا ہے جس نے ساری زندگی اور بالآخر ساری دنیا کو متاثر کیا اور اب بھی جو کچھ انسانیت اور خدا پرستی کا بچا کھچا سرمایہ ہے وہ سب انھیں کی محنت کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے ــ یہ سب پودا انھیں کی لگائی ہوئی ہے

Marfat.com

ممکن ہے کہ آپ میں سے کسی کو یہ شبہ گذرے کہ یہ کہنا تو صحیح نہیں ہے کہ اس زمانے میں عام طور پر لوگ صرف نفس پرست تھے، کیونکہ وہاں دوسری "پرستیاں" بھی موجود تھیں، کچھ لوگ سورج پرست تھے، کچھ آگ کو پوجتے تھے، کچھ صلیب پوجتے تھے، کچھ درختوں کو پوجتے تھے اور کچھ پتھروں کی پرستش کرتے تھے، ٹھیک ہے، یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے، مگر یہ تمام "پرستیاں" اسی ایک پرستی کی قسمیں تھیں جس کے رواج کا میں دعویٰ کر رہا ہوں، یہ ساری "پرستیاں" اسی لئے کی جاتی تھیں کہ یہ نفس پرستی کے مخالف نہ تھیں، یہ "پرستیاں" من مانی زندگی گذارنے میں کاوٹ نہیں ڈالتی تھیں، آگ، پیڑ، پتھر، سورج وغیرہ ان سے نہ کہتے تھے کہ یہ کام کرو اور یہ مت کرو، اس لئے وہ ان کی پرستش کے پہلو بہ پہلو اپنے نفس کی اطاعت بھی کرتے رہتے تھے، ان دونوں میں کوئی تناقض نہیں پاتے تھے، بہرحال ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سیلاب سے لڑنے اور اس کا رخ موڑ دینے کا بیڑا اٹھایا اور پوری سوسائٹی سے لڑائی مول لی، حالانکہ آپ اپنی اس سوسائٹی میں بہت مقبول و ہر دلعزیز تھے، صادق و امین کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے تھے اور اس لئے آپ کو ترقی کے بڑے سے بڑے مواقع حاصل تھے، آپ کو اپنی قوم کا اتنا اعتماد حاصل تھا کہ ترقی کا کوئی اونچے سے اونچا مقام نہ تھا جو آپ کو مل نہ سکتا، مگر یہ سب کچھ جب ممکن تھا جب آپ ان کی زندگی کے رخ کو غلط نہ کہتے اور اس کو ایک دوسرے رخ پر موڑ دینے کے عزم و ارادہ کا اظہار نہ فرماتے، مگر آپ کو تو اللہ نے کھڑا ہی اس لئے کیا تھا کہ بہاؤ کے رخ پر نہ خود بہیں اور نہ کسی کو بہنے دیں، اس لئے سب سے پہلے تو آپ نے اپنی زندگی کو خدا پرستی کی زندگی کا نمونہ بنا کر پیش کیا اور بالفاظ دیگر دھارے کے خلاف تیر کر دکھایا اور پھر پوری سوسائٹی کے رخ کو نفس پرستی سے ہٹا کر خدا پرستی کی طرف موڑ دینے کی کوشش شروع کی۔

Marfat.com

خدا پرستی پیدا کرنے کے تین بنیادی چیزیں

اس کوشش کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے تین بنیادی چیزیں لوگوں کے سامنے پیش کیں
—— ۱ یہ یقین کرو کہ تمہارا اور اس ساری دنیا کا پیدا کرنے والا اور اس پر حکومت کرنے والا ایک ہے، ۲ یہ یقین کرو کہ اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جس میں اس زندگی کا حساب و کتاب دینا ہے، ۳ یہ یقین کرو کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں، اس نے اس زندگی کے متعلق احکام دیکر مجھے بھیجا ہے، جن احکام پر مجھے بھی چلنا ہے اور تمہیں بھی۔ آپ نے جب ان چیزوں کا اعلان فرمایا تو سوسائٹی میں ایک ہلچل مچ گئی، مخالفتیں اٹھ کھڑی ہوئیں، اس لئے کہ یہ نعرہ ان کی زندگی میں خلل ڈالنے والا تھا، سارا زمانہ جس رخ پر بہہ رہا تھا اس کو چھوڑ کر دوسرا رخ اختیار کرنا آخر کوئی آسان کام تو تھا نہیں، زندگی کی کشتی بہاؤ پر بلا دقت کے چلی جارہی تھی، انھیں کیا پڑی تھی کہ بہاؤ کے خلاف اپنی کشتی چلا کر دقتیں اور خطرات مول لیں، اس لئے انھوں نے چاہا کہ یہ آواز دب جائے، کچھ لوگوں نے آپ کی نیت ہی پر شبہ کیا، ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دیکھنے میں ایک انھیں جیسا انسان اتنا صاحب عزم بھی ہو سکتا ہے کہ زندگی کے اس طوفانی دھارے کا رخ موڑنے کی ٹھانے جس میں صرف ہم ہی نہیں دنیا کی ساری قومیں ان کے علماء اور حکماء، ان کے احبار و رہبان، ان کے ائمۂ تہذیب و سیاست، ان کے عقائد و اخلاق، ان کے علوم و فلسفے اور ادب و سیاست خس و خاشاک کی طرح بہے چلے جارہے ہیں۔ وہ اس دعوے میں کسی شخص کو مخلص ماننے سے قطعاً عاجز تھے، اس لئے انھوں نے سمجھا کہ اس دال میں کچھ کالا ضرور ہے، ہو نہ ہو اس بلند بانگ دعوے کے پیچھے کچھ اور مقصد اور کوئی اور خواہش کام کر رہی ہے، اس لئے انھوں نے ایک وفد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس

Marfat.com

بھیجا، جس نے اپنے خیال کے مطابق تین بڑی چیزیں آپ کے سامنے پیش کیں، اس نے کہا کہ اگر آپ کا مقصد اس قسم کی باتوں سے یہ ہو کہ ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کرلیں تو چھوڑیئے ان باتوں کو ہمیں یہ منظور ہے، یا اگر آپ بہت سے مال و دولت کے طالب ہوں تو ہمیں یہ بھی منظور ہے اور یا اگر آپ کسی حسین عورت کے خواہش مند ہوں تو ہمیں یہ بھی منظور ہے، ہم ملک کی سب سے حسین عورت آپ کو پیش کریں گے، آپ نے جو یہ نئی بات اٹھانی شروع کی ہے تو اس سے دستبردار ہو جایئے، مگر اللہ کے اس سچے رسولؐ اور خدا پرستی کے سب سے بڑے علمبردار نے نہایت بے نیازی سے جواب دیا کہ میں تم سے کچھ لینا نہیں چاہتا، تمہیں کچھ دینا چاہتا ہوں اور وہ میری یہی تین باتیں ہیں جن کی میں تمھیں دعوت دے رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تمھیں موت کے بعد والی زندگی میں راحت ملے اور وہ میری ان تین باتوں پر موقوف ہے۔ آپ کی زبان ہی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی نے ان لوگوں کے اس خیال کی تردید کی کہ آپ دنیا کی کس چیز کے خواہش مند ہیں، مخالفت نے اتنی شدت اختیار کی کہ آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ جانا پڑا، مگر خدا پرستی کی دعوت کو نہیں چھوڑا۔

بے نفسی اور خدا پرستی کی عجیب مثال

مخالفین کو اندازہ نہیں تھا کہ آپ نفس پرستی سے کتنی دور تھے اور اس دھارے کے مخالف سمت تیرنے کی آپ میں کتنی طاقت تھی اور کتنا عزم تھا، آپ نفس پرستی سے اتنی دور تھے کہ جب مکہ چھوڑنے کے [illegible] ل بعد آپ پھر مکہ میں آئے اور فاتحانہ حیثیت سے آئے اپنے مخالفوں کو مغلوب کر کے آئے تب بھی آپ کی خدا پرستانہ شان میں ذرا تغیر نہ ہوا، فتح کا نشہ آپ پر ذرا بھی نہیں چڑھا، مکہ میں آپ کا فاتحانہ داخلہ اس شان سے ہوا

Marfat.com

کہ اونٹ پر سوار تھے، بدن پر غریبانہ لباس تھا، اور زبان پر خدا کا شکر اور اپنی عاجزی کا اظہار تھا، اس موقعہ پر ایک آدمی آپ کے سامنے آیا اور رعب سے کانپنے لگا، آپ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں، میں قریش کی اس غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی، سوچئے کیا کوئی فاتح ایسے وقت میں ایسی بات کہہ سکتا ہے جس سے اس کا رعب لوگوں پر سے اٹھ جائے۔ ایسے وقت میں تو کوشش کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ رعب ڈالا جائے ـــــ آپ آج بھی دیکھتے ہیں اور آج سے پہلے کا حال تاریخ میں پڑھ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت و اقتدار آجاتا ہے، ان کی آل اولاد اس سے کتنا نفع اٹھاتے ہیں اور اس کے بل پر کیسے کیسے عیش و آرام کے مزے لوٹتے ہیں، مگر خدا پرستی کے اس سب بڑے علمبردار کا حال اس معاملہ میں بھی دنیا سے مختلف تھا، آپ کی صاحبزادی اپنے گھر کا سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں میں گٹّے پڑ گئے تھے اور جسم پر مشکیزہ اٹھانے کے نشانات ہو گئے تھے، ایک دن انھوں نے سنا کہ میدانِ جنگ سے کچھ غلام اور کنیزیں اباجان کی خدمت میں لائی گئی ہیں، خیال کیا کہ میں بھی اپنے لئے ایک آدھ غلام یا کنیز مانگ لاؤں، تشریف لے گئیں، اپنی پریشانی کا حال بیان کیا، ہاتھوں کے گٹّے دکھائے حضورؐ نے فرمایا "میں تم کو غلام اور باندی سے اچھی چیز دیتا ہوں، غلام اور باندی اور مسلمانوں کے حصّے میں جانے دو، تم سوتے وقت تینتیس ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللہ تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمدُ للہ اور چونتیس ۳۴ مرتبہ اَللہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو۔" بے نفسی اور خدا پرستی کی عجیب مثال ہے، بلاشبہ آپ خدا پرستوں کے سردار تھے، کیا کوئی پھر بھی آپ کی بے نفسی پر حرف لا سکتا ہے، دوسروں کے حق میں یہ فیاضی اور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے فقر و عسرت کو ترجیح دینا پیغمبر ہی کی شان ہے ؎

عدیل ہمت سافی ست فطرت عرفی کہ حاتم دگران و گدائے خویشتن است

آج ایسے لوگ آپ کے سامنے ہیں جنھوں نے پچھلے کچھ دنوں میں چند روز یا چند سال جیلیں کاٹ لی ہیں تو آج اقتدار حاصل ہونے پر ان تکلیفوں کا سارا حساب مع سود کے چکا لینے کے درپے ہیں — جب کسی شخص کو اقتدار اور قانون کی طاقت مل جاتی ہے تو وہ اپنے اعزّہ اور اپنی اولاد کو قانون سے بچانے کی سعی کرتا ہے، مگر خدا پرستوں کے سردار کی شان اس معاملہ میں بھی بالکل نرالی تھی، ایک عورت پر چوری کا جرم ثابت ہوا، آپ نے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیدیا، لوگوں نے حضورؐ کے ایک مقرب اور بہت محبوب صحابی سے سفارش کرائی کہ معاف فرمادیا جائے، حضورؐ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا اور فرمایا "خدا کی قسم! اگر خود محمدؐ کی دلاڈلی بیٹی فاطمہؓ سے بھی یہ جرم سرزد ہو جائے تو محمدؐ اس کا بھی ہاتھ کاٹے گا۔"

اپنے آخری حج کے موقع پر مسلمانوں کے عظیم تر اجتماع میں آپ نے کچھ قوانین اور احکام کا اعلان فرمایا تو ان کو سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاندان پر جاری کیا، آپ نے مجمع عام میں کھڑے ہوکر اعلان فرمایا کہ جاہلیت کے تمام دستور ختم کئے جاتے ہیں، منجملہ ان کے سودی لین دین آج سے ختم اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ کے سودی قرضے کو باطل قرار دیتا ہوں، اب ان کا سود کسی پر واجب نہیں، اب وہ سود کا روپیہ کسی سے وصول نہیں کرسکتے، یہ تھی خدا پرستی، ورنہ آج کل کے قانون ساز اگر اس قسم کا قانون بنانے والے ہوں تو اپنے رشتہ داروں اور ملنے والوں سے پہلے سے کہہ دیں کہ فلاں قانون آنے والا ہے ذرا جلدی جلدی اپنی فکر کرلو، زمینداری کے خاتمہ کا قانون پاس ہونے والا ہے، جتنی جلدی زمین نکال سکتے ہو نکال لو یا بیچنا چاہو تو بیچ دو۔ ایسے ہی موقع پر آپ نے اعلان فرمایا کہ زمانہ جاہلیت (یعنی قبل اسلام) کے تمام خون باطل کئے جاتے ہیں، اب ان کا انتقام نہیں لیا جاسکتا اور اس کے ماتحت میں سب سے پہلے اپنے خاندان کا خون (ربیعہ بن الحارث کا خون باطل قرار دیتا ہوں — ہمارے حضورؐ اس بے مثال خدا

Marfat.com

خدا پرستی کے ساتھ (جس کی صرف چند مثالیں میں نے بیان کی ہیں) نفس پرستی کے اس سیلاب سے لڑتے رہے جو دنیا کی ساری قوموں کو بہائے لئے چلا جا رہا تھا، آخر کار اس کو روکنے میں کامیاب ہوئے اور لوگ مجبور ہوئے کہ آپ کی بات پر کان دھریں اور مانیں

حیرت انگیز انقلاب

چنانچہ جن لوگوں نے آپ کی ان تین بنیادی باتوں کو کما حقہ قبول کر لیا جو خدا پرستی کی زندگی کی بنیاد ہیں، تو پھر ان لاکھوں کروڑوں انسانوں کی زندگیوں کا رخ ایک دم ایسا بدلا کہ آج دنیا میں یقین آنا مشکل ہے کہ کیا ایسے بھی انسان ہو سکتے ہیں۔ میں مثال کے طور پر ان میں سے چند کا ذکر کرتا ہوں :۔

آپ کی دعوت قبول کرنے والوں میں سے ایک ابوبکر صدیق بھی تھے، جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے پہلے جانشین اور اسلامی حکومت کے ذمہ دار بھی ہوئے، آپ کی بے نفسی کا یہ حال تھا کہ گو اسلامی سلطنت کے سب سے بڑے عہدیدار تھے مگر زندگی اس طرح گذارتے تھے کہ آپ کے گھر والے منھ میٹھا تک کرنے کے لئے ترستے تھے، ایک دن اہلیہ نے عرض کیا کہ بچوں کا جی کچھ میٹھا کھانے کو چاہتا ہے تو فرمایا کہ سرکاری خزانہ تو ہمارا منھ میٹھا کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے، ہاں جو کچھ وہاں سے ہمیں روزانہ ملتا ہے اسی میں سے اگر تم کچھ بچا سکو بچا لو اور کوئی میٹھی چیز پکا لو، چنانچہ انھوں نے روزانہ کے خرچہ میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر تھوڑے سے پیسے جمع کر لئے اور ایک دن حضرت ابوبکرؓ کو دیئے کہ اس کا کچھ سامان لا دیجئے، تاکہ آج کچھ میٹھی چیز پکالوں، آپ وہ پیسے لئے ہوئے خزانچی کے پاس چلے گئے اور وہ پیسے بیت المال کو واپس کر دیئے اور فرمایا کہ یہ اسی خرچہ میں سے جو ہمیں بیت المال سے ملتا ہے، اتنے دنوں میں بچایا ہوا ہے، معلوم

Marfat.com

ہوا کہ ہمارا کام اس سے کم میں چل سکتا ہے، لہٰذا اب ہمیں اتنا کم کر کے دیا جایا کرے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا اور حضرت عمرؓ وہاں تشریف لے گئے، ساتھ میں ایک غلام تھا، لیکن اسلامی حکومت کے اس سب سے بڑے شخص کے پاس سواری صرف ایک تھی، تھوڑی دور خود سوار ہوتے تھے، تھوڑی دور غلام کو سوار کر کے خود پیدل چلتے تھے، جس وقت بیت المقدس میں داخل ہو رہے تھے، غلام سواری پر تھا اور خود پیدل، اور کپڑوں میں کئی پیوند، آپ ہی کے زمانہ میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا، تو آپ وہ کھانا کھانا اپنے لئے جائز نہ سمجھتے تھے جو قحط کی وجہ سے عام رعایا کو میسّر نہ تھا۔

حضرت خالدؓ جو مسلمان فوجوں کے کمانڈر انچیف تھے اور خود حضورؐ نے ان کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا اعزازی خطاب عنایت فرمایا تھا، ایسے بے نفس اور نفس پرستی سے اس قدر آزاد تھے کہ ایک مرتبہ ان کی کسی غلطی کی بنا پر عین میدان جنگ میں ان کے پاس حضرت عمرؓ کی طرف سے معزولی کا پروانہ پہنچا تو ماتھے پر شکن تک نہ آئی اور کہا کہ اگر میں اب تک عمرؓ کی خوشنودی کے لئے یا اپنی ناموری کے لئے لڑتا تھا تو اب نہ لڑوں گا، لیکن اگر میں اللہ کے لئے لڑتا تھا تو سپہ سالار کے بجائے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے بھی بدستور لڑتا رہوں گا۔

اس کے برعکس اس زمانہ کی ایک تازہ مثال جنرل میک آرتھر کی ہے جنھیں ٹرومین نے کوریا میں لڑنے والی افواج کی سپہ سالاری سے معزول کر دیا تو وہ سخت ناراض ہوئے اور ٹرومین کی صدارت کے درپے ہو گئے۔

خدا پرست سوسائٹی

اور یہی صرف چند افراد نہیں، بلکہ آپ نے پوری قوم اور سوسائٹی کی اسی اصول پر

تربیت کی تھی کہ وہ ایک خدا پرست سوسائٹی ہو، آپ کا اصول یہ تھا کہ جو کسی عہدے کا طالب اور خواہشمند ہو اس کو عہدہ نہیں دیتے تھے، ایسی سوسائٹی میں عہدے کے امیدوار بننے، اپنی تعریف و توصیف کرنے اور حکومت کے لئے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی کیا گنجائش تھی جس جماعت کے سامنے ہر وقت قرآن مجید کی یہ آیت رہتی ہو:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص رکھیں گے جو زمین میں اپنی بلندی نہیں چاہتے اور نہ فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور انجام خدا سے ڈرنے والوں کا ہے۔

جس جماعت کا اس حقیقت پر ایمان ہو وہ کیا اپنی سربلندی اور فتنہ و فساد کے جرم کا ارتکاب کرسکتی ہے؟

دوستو اور بزرگو! یہ خدا پرستی کی دعوت تھی جو حضورؐ نے دنیا میں پیش کی تھی اور نتائج کے لحاظ سے یہ دنیا کی سب سے زیادہ نفع بخش کوشش ہے، کوئی شخص دنیا کی کسی اور دعوت کا نام لے کر نہیں بتلا سکتا کہ اس نے دنیا کو اتنا فائدہ پہنچایا، حالانکہ اس دعوت کے حصہ میں انسانوں کی اتنی کوششیں اور اتنے وسائل نہیں آئے جو عصر حاضر کی معاشی، اقتصادی اور سیاسی تحریکوں کے حصے میں آئے، مگر پھر بھی ان تمام تحریکوں کے فائدے مل کر بھی اس ایک دعوت کے فائدوں کا دسواں حصہ بھی نہ ہو سکے۔

خدا پرستی کے علمبردار نفس پرستی کے شکار

آج بھی دنیا سے معاشی اور سیاسی ظلم اور اخلاقی برائیاں جب ہی دور ہو سکتی ہیں،

Marfat.com

حبِ دنیا اس دعوت کو قبول کرلے، لیکن اور کسی کے متعلق کیا کہا جائے جب کہ خود اس دعوت کے علمبردار ہی نفس پرستی میں مبتلا ہو گئے، نفس پرستی تو چوٹ کھائے ہوئے بیٹھی تھی، اس نے موقع پا کر خدا پرستی کے علمبرداروں سے خوب انتقام لیا، جنھوں نے اسے شکست دی تھی اور وہ مسلمان جس کا امتیاز تھا: کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" افسوس! آج نفس پرستی کا خود شکار ہے۔

مسلمانو! تم نے بڑا ظلم کیا ہے، تمھارا کام تو خدا پرستی کا نمونہ بننا تھا اور ساری دنیا کو اس کی دعوت دینا تھی، تم نے نفس پرستی کو اختیار کر کے اپنا بھی نقصان کیا اور ساری دنیا کو بھی مشکلات میں پھنسا دیا، اگر تم اپنا فرض ادا کرتے رہتے تو نہ یہ نفس پرستی دنیا میں دوبارہ غالب ہوتی اور نہ دنیا کا یہ حشر بنتا۔

دنیا کی سب سے بڑی مصیبت نفس پرستی ہے

آج دنیا کی سب سے بڑی مصیبت نفس پرستی ہے، دنیا کے بڑے بڑے لیڈر اور امن کے علمبردار (ٹرومین، چرچل، اور اسٹالن) سب سے بڑے نفس پرست ہیں، یہ اپنی نفس پرستی میں اور قومی غرور میں (جو نفس پرستی کی ایک ترقی یافتہ اور وسیع شکل ہے) دنیا کو خاک سیاہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، ایٹم بم سے زیادہ خطرناک نفس پرستی ہے جس نے دنیا کو تباہ کر دیا، لوگوں کو ایٹم بم پر غصہ آتا ہے کہ قیامت برپا کر دے گا، میں کہتا ہوں ایٹم بم کا کیا قصور، اصل مجرم تو اس کا بنانے والا ہے اور اس سے بھی پہلے وہ درسگاہیں اور وہ تہذیب ہے جو اس ایٹم بم کو وجود میں لائی ہے اور اس سب کی جڑ وہ نفس پرستی ہے جس نے اس تہذیب کو جنم دیا ہے۔

ہماری دعوت

دوستو! ہماری دعوت اور ہماری تحریک بس یہی ہے اور اسی مقصد کے لئے ہے کہ نفس پرستی کے خلاف محاذ قائم کیا جائے، خدا پرستی کی زندگی کا طریقہ دنیا میں عام کیا جائے ہم نے اسی خاص مقصد کے لئے یہ اجتماعات کئے ہیں اور محض اسی مقصد کے لئے ہفتہ وار اجتماع کرتے ہیں، جہاں ہم قوم کے ہر طبقے کو جمع ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور ان کے سامنے خدا پرستی کے سب سے بڑے علمبردار حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات اور ان کے حالات زندگی اور ان کے ساتھیوں کے واقعات پیش کرتے ہیں جو سچی خدا پرستی کا راستہ دکھانے والے ہیں اور ہمارے یقین کے مطابق انھیں میں انسانیت کی نجات اور دنیا کی مشکلات کا حل ہے، ہمارا کام اور ہماری دعوت ایک کھلی ہوئی کتاب ہے، جس کا جی چاہے پڑھ لے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

مجلسِ نشریاتِ اسلام

ایک عرصہ سے عالمِ اسلام میں ایسے لٹریچر کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے جو اسلام کی موثر اور طاقتور نمائندگی اور ترجمانی کرے، ایمان ویقین کی بنیادیں ذہن ودماغ میں از سرِ نو استوار کرے، اُس ذہنی بے چینی وانتشار کو رفع کرے جو مغرب کی مادہ پرست اور رشک آفریں تہذیب وادب نے عالمگیر پیمانے پر پیدا کر دیا ہے اور اُس نئے ارتداد کا مقابلہ کرے جو طوفان اور سیلاب کی طرح سارے عالم میں پھیل گیا ہے اور اسلام ایک زندہ اور معیّن مذہب ہونے کی وجہ سے خاص طور پر اس کی زد میں ہے۔ ان حقائق کے احساس اور ان خطرات نے جو اس خلا کی وجہ سے عالمِ اسلام کو بالعموم اور ہمارے برِّ اعظم کو بالخصوص درپیش ہیں، بعض سوچنے والوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایسی تصنیفی واشاعتی مجلس کی تشکیل کریں جو ہر قسم کی جماعتی، سیاسی وتجارتی اغراض سے بالاتر ہو کر اسلام وانسانیت کی یہ خدمت انجام دے۔ چنانچہ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی زیرِ صدارت مئی سنہ ۱۹۵۹ء میں مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام کا قیام دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عمل میں آیا۔ خدا کا شکر ہے کہ مجلس نے اپنے قائم ہونے کے بعد سے اس وقت تک کے قلیل عرصہ میں دینی وعلمی حلقوں میں خاصی مقبولیت اور وقعت حاصل کر لی ہے، اس کی شہرت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے، اس کی مطبوعات کو قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے اور سرعت کے ساتھ انکی اشاعت ہو رہی ہے۔

اب الحمدللہ صدرِ مجلس حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی تحریری اجازت سے مجلس کی تمام مطبوعات کو پاکستان میں طبع وشائع کرنے کا انتظام "مجلس نشریات اسلام" ۱/کے - ۳ ناظم آباد کراچی ۱۸ نے شروع کر دیا ہے اور اب تک حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی تیس سے زیادہ تصانیف معیاری کتابت اور بہترین آفسٹ چھپائی کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔

فضل ربّی ندوی

ناظم مجلس نشریات اسلام - کراچی ۱۸

Marfat.com

Marfat.com

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی چند شاہکار تصنیفات

تاریخِ دعوت و عزیمت مکمل تین حصے — ۷۲/-
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ۱۸/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ۲۲/-
منصبِ نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ۱۸/-
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک — ۱۸/-
جب ایمان کی بہار آئی — ۱۸/-
تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی ۱۰/-
صحبتے با اہلِ دل — ۲۰/-
معرکۂ ایمان و مادیت — ۱۰/-

پرانے چراغ — ۲۴/-
نقوشِ اقبال — ۱۸/
ارکانِ اربعہ —
کاروانِ مدینہ —
قادیانیت —
ذکرِ خیر —
تعمیرِ انسانیت — ز
آپ حج کیسے کریں؟ — زیر
حیاتِ مولانا حکیم سید عبدالحئیؒ — زیر

دیگر اہم مطبوعات

علمِ جدید کا چیلنج — از وحید الدین خاں ۱۸/-
طوفان سے ساحل تک از محمد اسد سابق لیوپولڈ وس ۱۸/-
تاریخِ مشائخِ چشت۔ از مولانا محمد زکریا مدظلہٗ ۱۲/-
مقالاتِ سیرت — از ڈاکٹر آصف قدوائی ۱۸/-
زادِ سفر (ترجمہ ریاض الصالحین) حصہ اول ۲۲/-
زادِ سفر (ترجمہ ریاض الصالحین) حصہ دوم ۲۴/-
از امۃ اللہ تسنیم مرحومہ — ہمشیرہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نورانی جہیز — زیرِ
از مولانا عبدالماجد دریابادیؒ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
اسلامی اور غیر اسلامی تہذیب — زیرِ
ترجمہ اقتضاء الصراط المستقیم از ابن تیمیہؒ
معاشرتی مسائل — زیرِ طبع
از مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
مسیحیت — از مولوی شمس تبریز خاں زیرِ طبع

ناشر فضل ربی ندوی مجلس نشریاتِ اسلام ۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن نزد برف خانہ ناظم آباد نمبر ۱ کراچی

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی چند شاہکار تصنیفات

تاریخِ دعوت و عزیمت مکمل تین حصے ـــــ ۲/-۷
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ۱۸/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ۲۲/-
منصبِ نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ۱۸/-
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک ـــــ ۱۸/-
جب ایمان کی بہار آئی ـــــ ۱۸/-
تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی ۱۰/-
صحبتے با اہلِ دل ـــــ ۲۰/-
معرکۂ ایمان و مادیت ـــــ ۱۰/-

پرانے چراغ ـــــ ۲۴/-
نقوشِ اقبال ـــــ ۱۸/
ارکانِ اربعہ ـــــ
کاروانِ مدینہ ـــــ
قادیانیت ـــــ
ذکرِ خیر ـــــ
تعمیرِ انسانیت ـــــ ز
آپ حج کیسے کریں؟ ـــــ زیر
حیاتِ مولانا حکیم سید عبدالحئیؒ ـــــ زیر

دیگر اہم مطبوعات

علمِ جدید کا چیلنج ـــــ از وحید الدین خاں ۱۸/-
طوفان سے ساحل تک از محمد اسد سابق لیوپولڈ وس ۱۸/-
تاریخِ مشائخِ چشت ـ از مولانا محمد زکریا مدظلہٗ ۱۲/-
مقالاتِ سیرت ـ از ڈاکٹر آصف قدوائی ۱۸/-
زادِ سفر (ترجمہ ریاض الصالحین) حصہ اول ۲۲/-
زادِ سفر (ترجمہ ریاض الصالحین) حصہ دوم ۲۴/-
از امۃ اللہ تسنیم مرحومہ ـ ہمشیرہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نورانی جہیز ـــــ زیرِ
از مولانا عبدالماجد دریابادیؒ و مولانا مناظر احسن گیلانی
اسلامی اور غیر اسلامی تہذیب ـــــ زیرِ
ترجمہ اقتضاء الصراط المستقیم از ابن تیمیہؒ
معاشرتی مسائل ـــــ زیرِ طبع
از مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
مسیحیت ـ از مولوی شمس تبریز خاں زیرِ طبع

ناشر فضل ربی ندوی مجلس نشریاتِ اسلام اے کے ۳۔ ناظم آباد مینشن نزد برف خانہ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

Marfat.com

436

تعمیر انسانیت

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مجلس نشریات اسلام
۱۔ کے ۳۔ ناظم آباد ۱
کراچی ۱۸

Marfat.com